الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی و علمی ترجمان

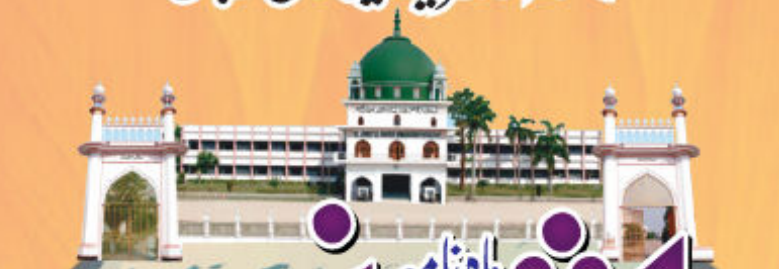

ماہ نامہ

اشرفیہ

مبارک پور

ashrafiamonthly@gmail.com
https://aljamiatulashrafia.in

جون 2022ء

مبارک حسین مصباحی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبدالعزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی و علمی ترجمان

ماہ نامہ

اشرفیہ

مبارک پور

زیرِ سرپرستی

عزیز ملت حضرت علامہ شاہ

عبدالحفیظ عزیزی

سربراہِ اعلیٰ

الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

THE ASHRAFIA MONTHLY Mubarakpur. Azamgarh (U.P.) India. 276404

جلد نمبر 46 شمارہ 6 | جون 2022ء | ذی قعدہ 1443ھ

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ : مبارک حسین مصباحی

منیجر : محمد محبوب عزیزی

تزئین کار : مہتاب پیامی

مجلس مشاورت

مولانا محمد احمد مصباحی

مفتی محمد نظام الدین رضوی

مولانا محمد ادریس بستوی

مولانا محمد عبد المبین نعمانی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ یو۔پی۔ ۲۷۶۴۰۴

+91 9935162520 (Manager)

زرِ تعاون

قیمت عام شمارہ: 30 روپے

سالانہ (بذریعہ سادہ ڈاک) 300 روپے

سالانہ (بذریعہ رجسٹری) 600 روپے

سری لنکا، بنگلادیش، پاکستان، سالانہ 750 روپے

دیگر بیرونی ممالک

25$ امریکی ڈالر 20£ پونڈ

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org

Email : ashrafiamonthly@gmail.com

mubarakmisbahi@gmail.com

info@aljamiatulashrafia.org

BHIM

BHIM UPI Payments Accepted at

ASHRAFIA MONTHLY

ASHRAFIA MONTHLY

A/c No. 3672174629

Central Bank Of India

Branch : Mubarakpur IFSC : CBIN0284532

اکاؤنٹ میں رقم جمع کرنے کے بعد آفس کے نمبر پر فون کریں یا بذریعہ ڈاک مطلع کریں۔ (منیجر)

مولانا محمد ادریس بستوی نے فیضی کمپیوٹر گرافکس، گورکھ پور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

نگارشات

اداریہ	ڈاکٹر ایف. آر. شرر مصباحی، اپنی یادیں آپ کی باتیں	مبارک حسین مصباحی	3
	مطالعۂ قرآن		
تفہیم قرآن	دورِ جاہلیت کی رسومات اور قرآنی تعلیمات (دوسری قسط)	مولانا حبیب اللہ بیگ ازہری	9
	مطالعۂ حدیث		
تفہیم حدیث	علمِ غیبِ مصطفیٰ ﷺ (آخری قسط)	مفتی محمود علی مشاہدی	11
	فقہیات		
آپ کے مسائل	کیا فرماتے ہیں علمائے دین؟	مفتی محمد نظام الدین رضوی	13
	نظریات		
فکر امروز	اسلام میں پردہ۔ ایک جائزہ	ابوزنیرہ چشتی	15
	اسلامیات		
شعاعیں	قناعت پسندی ایک نسخۂ اکسیر	حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی	20
	اساطین تصوف		
ذکر جمیل	حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	محمد اعظم مصباحی مبارک پوری	23
	شخصیات		
انوار حیات	حضرت مفتی محمد یامین رضوی مراد آبادی	مولانا عبد السلام رضوی	26
	سماجیات		
مغربی تہذیب	مغربی ادب میں ویئر وولف - حقیقت یا افسانہ (آخری قسط)	مہتاب پیامی	31
	بزمِ دانش		
فکر و نظر	جنگ بدر کے مختصر احوال و کوائف	مولانا ازہر الاسلام ازہری نعمانی/ڈاکٹر ساجد خاکوانی	36
	ادبیات		
نقد و نظر	فضائلِ حرمین ایک جائزہ	تبصرہ نگار: مبارک حسین مصباحی	42
خیابان حرم	مناقبِ علامہ عبد الرؤف بلیاوی علیہ الرحمۃ	مولانا قمر الحسن قمر بستوی/مہتاب پیامی/سلمان رضا فریدی مصباحی	45
	وفیات		
سفر آخرت	جماعتِ اہلِ سنت کا عظیم خسارہ/راہِ جنت کے شہیدوں کو سلام	علامہ عبد الحفیظ مصباحی/مفتی نظام الدین رضوی	46
	ایک عظیم محقق سے ہم محروم ہوگئے/محمد شمیم رضا بھاگل پوری کا انتقال	مفتی بدر عالم مصباحی	47
	حضرت علامہ محمد ہاشم نعیمی علیہ الرحمہ	مبارک حسین مصباحی	48
	حضرت مولانا مفتی نظام الدین نوری اور ان کے لختِ جگر کا وصال	مبارک حسین مصباحی	49
	آہ! علامہ ڈاکٹر شرر مصباحی دل کو تڑپاتی ہے اب گرمیِ محفل کی یاد	مولانا محمد فروغ القادری مصباحی	50
	مکتوبات		
صدائے بازگشت	سہ ماہی ذوق "اٹک" کے خصوصی نمبر کی اشاعت/عید سعید کی مبارک باد/دنیا بھر میں مزدوروں کا حال اور یوم مزدور!!		53
	سرگرمیاں		
خیر و خبر	"رندانہ" اور "فروغِ نعت" کی تقریب رونمائی/جامعہ اشرفیہ میں آتش زدگی/مسلمان اپنی غیرت کو خود ہی نیلام کرنے پر آمادہ		55

786

ڈاکٹر ایف. آر. شررؔ مصباحی

اپنی یادیں آپ کی باتیں

مبارک حسین مصباحی

رمضان المبارک 1443ھ کے آخری عشرے میں تراویح کے بعد فیس بک آن کیا تو ایک افسوس ناک خبر پر نظر پڑی کہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی مبارک پوری فورٹس اسکارٹ ہاسپیٹل دہلی میں ایڈمٹ ہیں۔ دعاے صحت کی لیے گزارش کی گئی تھی، خبر پڑھنے کے بعد چند منٹ سکتے میں رہ گیا۔ 25 شعبان المعظم 1443ھ میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے ہم اپنے وطن شاہ آباد ضلع رام پور آئے تو اس وقت آپ ماشاء اللہ تعالیٰ بخیر و عافیت تھے، آخر یہ کیا ہو گیا کہ آپ کو دہلی لاکر ہوسپٹلائز کیا گیا۔ اسی شش و پنج میں پہلے تو آپ کی صحت و عافیت کے لیے دعا کی اور بلا تاخیر ڈاکٹر صاحب ہی کے نمبر پر کال کر دی۔ شہزادۂ والا تبار برادرم ڈاکٹر احمد جمال نے کال ریسیو فرمائی، حضرت علامہ ڈاکٹر شرر مصباحی کی خیریت دریافت کی۔ موصوف نے فرمایا، ابو کی طبیعت تو تشویش ناک بنی ہوئی ہے بس خصوصی دعا کی ضرورت ہے۔ ہم نے عرض کیا: کیا ابو جان سے گفتگو ہو سکتی ہے، انھوں نے کہا: آپ شاید سو گئے ہیں، مگر بات کرنا تو مشکل ہوتا ہے۔ اس وقت ہم نے مزید گفتگو کرنا مناسب نہیں سمجھا اور موبائل آف کر دیا۔

بہر حال ہم دعا کرتے رہے، 29 رمضان المبارک 1443ھ/یکم مئی 2022ء کو پھر آپ کے وصال پر ملال کی خبر پڑھی، اس جاں کاہ خبر سے سینہ دھک سے ہو گیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٢٧﴾" (الرحمٰن، آیت:26،27)

زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے اور باقی ہے تمھارے رب کی ذات عظمت اور بزرگی والا۔ (کنزالایمان)

دل کسی طرح اس سچائی کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تھا، مگر خدائی نظام کے آگے سرِ تسلیم خم کرنا پڑا اور "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ" پڑھ کر آپ علیہ الرحمہ کو ایصالِ ثواب کیا۔ ملک کے مختلف مقامات سے کالیں آنا شروع ہو گئیں، ہم نے بھی اپنے احباب کو اس دردناک واقعے سے باخبر کیا، چند تعزیتی جملے کمپوز کر کے ہم نے فیس بک پر اپ لوڈ کیا، ہماری خبر پر بھی بہت سے حضرات نے اپنے درد و غم کا اظہار کیا، بذریعہ ایمبولنس آپ کو اپنے آبائی وطن مبارک پور لایا گیا، دوسرے دن مقامی اور بیرونی حضرات نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھی، عزیز ملت حضرت علامہ شاہ عبدالحفیظ سربراہِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے امامت کے فرائض انجام دیے، آپ کو محلہ کٹرہ کے آبائی قبرستان میں انتہائی غم واندوہ کے ساتھ سپردِ خاک کیا گیا۔ آہ! صد آہ! اب ہمیں معروف شہید حضرت مولانا کفایت علی کافیؔ مراد آبادی یاد آرہے ہیں، جنھوں نے مقتل کی جانب بڑھتے ہوئے یہ دردناک اشعار فرمائے تھے۔

کوئی گل باقی رہے گا نے چمن رہ جائے گا — پر رسول اللہ کا دین حسن رہ جائے گا
ہم صفیرو باغ میں ہے کوئی دم کا چہچہا — بلبلیں اڑ جائیں گی سونا چمن رہ جائے گا
اطلس و کمخواب کی پوشاک پر نازاں ہو تم — اس تن بے جان پر خاکی کفن رہ جائے گا

سب فنا ہو جائیں گے کافیؔ و لیکن حشر تک
نعتِ حضرت کا زبانوں پر سخن رہ جائے گا

شخصیت و فکر کے چند نقوش:

15 جون 1944ء میں محلہ کٹرہ مبارک پور میں ولادت باسعادت ہوئی، ابتدائی تعلیم کے بعد آپ دار العلوم اہلِ سنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور میں داخل ہوئے، ذہانت و فطانت فطری تھی، لکھنے پڑھنے کے ذوق و شوق نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا، دین و فن میں اعلیٰ لیاقت کے ساتھ شعر و سخن میں بھی گہری بصیرت کی جانب بڑھ رہے تھے، عہدِ طالب علمی کا ایک واقعہ آپ نے متعدّد بار فرمایا ہے:

mubarakmisbahi@gmail.com

حسان الہند حضرت بیکل اتساہی بلرام پوری اپنے عہد میں مقبول ترین سخن ور تھے، ہند اور بیرونِ ہند میں حیرت انگیز مقبولیت تھی، دار العلوم اشرفیہ مبارک پور کی مجلسِ شوریٰ کے رکن اور حضور حافظِ ملت نور اللہ مرقدہ کے مریدِ خاص تھے، مبارک پور میں بھی آپ کی مقبولیت آسمان پر تھی۔ ڈاکٹر شرر مصباحی ان دنوں متوسطات کے درجے میں زیرِ تعلیم تھے، آپ نے بیکل اتساہی کے حوالے سے دو قسطوں میں اپنا تنقیدی مضمون شائع کرایا، مبارک پور اور بعض اہلِ اشرفیہ میں یہ مشہور ہو گیا کہ یہ مضمون اس طالب علم کا نہیں ہو سکتا، کسی اور فنکار نے تحریر کر کے ان کے نام سے شائع کرایا ہے، انھی دنوں دار العلوم اشرفیہ مبارک پور کا سالانہ اجلاس ہونے والا تھا جس میں اہلِ سنت کی ممتاز شخصیت مبلغِ اسلام حضرت علامہ نذیر الاکرم نعیمی مراد آبادی علیہ الرحمہ اور حضرت بیکل اتساہی بھی تشریف لا چکے تھے۔ حضرت علامہ نذیر الاکرم مراد آبادی طلبہ کا امتحان لے رہے تھے، آپ ہی کے پہلو میں بیکل اتساہی بھی جلوہ گر تھے۔ ڈاکٹر شرر مصباحی کو بلایا گیا، شاید مقصد یہ تھا کہ کیا واقعی مضمون آپ نے لکھا ہے، آپ سے کہا گیا کہ ذرا اپنا مضمون پڑھ کر سنائیے، آپ نے بلا تکلف پڑھنا شروع کر دیا، جب موصوف کو یقین ہو گیا کہ واقعی یہ مضمون انھی کا تحریر کردہ ہے تو آپ کو موصوف نے سمجھانا شروع فرمایا کہ ابھی آپ کا عہدِ طالب علمی ہے، محنت سے پڑھیے، لکھنے لکھانے کے لیے زندگی پڑی ہے۔ علامہ شرر مصباحی نے خاص بات یہ فرمائی کہ اس پورے منظر نامے میں حضرت بیکل اتساہی بس مسکراتے رہے، چہرے سے بھی ناگواری کے اثرات ظاہر نہیں ہو رہے تھے۔

سچ اور حق ہے کہ تنقید اگر تعمیری ہو تو ناگواری حماقت ہوتی ہے، کبھی کبھی اصاغر بھی اچھی باتیں لکھ جاتے ہیں۔ اب ہمارے درمیان یہ تینوں شخصیات نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ سب کو جزاؤں سے سرفراز فرمائے، آمین۔

آپ نے دار العلوم اشرفیہ سے ممتاز فاضل کی حیثیت سے فراغت حاصل کی، لکھنؤ تشریف لے گئے اور ایف. ایم. بی. ایس. بورڈ آف انڈین میڈیسن اتر پردیش لکھنؤ سے کیا، اس کے بعد ڈیمانسٹریٹر تکمیل الطب کالج لکھنؤ میں 1972ء سے 1979ء تک تدریس فرمائی، پھر لکچرر، ایسوسی ایٹ پروفیسر، اے اینڈ یو طبیہ کالج دہلی یونیورسٹی دہلی میں 1979ء سے 2004ء تک رہے۔

زرّیں خدمات کے چند ممتاز پہلو:

1985ء کے بعد ہی سے ہم آپ سے متعارف ہوئے۔ 1990ء میں درجۂ فضیلت سے ہماری فراغت ہوئی، عربی ادب کے شعبۂ تخصص میں داخل ہوئے اور پھر تدریس و ادارت سے منسلک کر دیے گئے۔ اسی دوران شاید ڈاکٹر شرر مصباحی مبارک پوری نے ہمیں پہچانا ہوگا، مگر جب آپ متعارف ہوئے تو علمی نوازشات کا سلسلہ بھی شروع فرما دیا۔ دار العلوم اشرفیہ مبارک پور کے آپ فرزند جلیل تھے، عہدِ طالب علمی میں آپ نے بحیثیت معین المدرسین تین برس تدریسی خدمات انجام دیں، دین و فن سے مسلسل مربوط رہے، پہلے دار العلوم اشرفیہ کی مجلسِ انتظامیہ اور مجلسِ شوریٰ دونوں کے سرگرم رکن رہے، بعد میں صرف مجلسِ شوریٰ کے رکنِ رکین رہ گئے تھے۔ بقول آپ کے: طلبہ کے درمیان یہ بحث شروع ہوئی کہ فرزندانِ اشرفیہ اپنے ناموں کے ساتھ کیا نسبت لگائیں جس سے ان کا اشرفیہ سے تعلیم یافتہ ہونا ظاہر ہو؟ "اشرفی" تو سلسلۂ اشرفیہ کے مریدین لگاتے ہیں، دار العلوم اشرفیہ کے مکمل نام کا ایک جز "مصباح العلوم" بھی ہے، اس لیے باتفاقِ رائے یہ طے پایا کہ فرزندانِ اشرفیہ اپنے ناموں کے ساتھ "مصباحی" لکھیں۔ فرزندانِ اشرفیہ میں سب سے پہلے شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی دامت برکاتہم القدسیہ نے اپنے نام کے ساتھ "مصباحی" لکھا۔

علامہ ڈاکٹر شرر مصباحی اور حضرت علامہ ممتاز احمد اشرف القادری مبارک پوری اس تاریخی سچائی کو مسلسل بیان فرماتے رہے کہ ہم لوگوں کو معلوم ہوا کہ جلالۃ العلم حضور حافظِ ملت نور اللہ مرقدہ مبارک پور چھوڑ کر بلرام پور تشریف لے جانے کا ارادہ بنا چکے ہیں، مگر اس سچائی کو کسی بڑی مصلحت کے پیشِ نظر مخفی رکھا گیا ہے۔ بس چند بڑے ذمہ داروں کو باخبر کیا گیا ہے، ہم نے اس چیز کو مبارک پور میں مشتہر کر دیا، اس کا نتیجہ تھا کہ اہلِ مبارک پور نے اپنی شیدائیت کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہم اپنے بچوں کے ساتھ راستے میں لیٹ جائیں گے، اگر حضور حافظِ ملت کو مبارک پور سے جانا ہے تو ہمارے سینوں پر قدم رکھ کر جائیں، تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

ہماری ملاقاتیں آپ سے مسلسل ہوتی رہیں، موبائل سے تو شرف ہم کلامی حاصل ہوتا ہی رہتا تھا، آپ کے حکم سے دو بار یا اس سے زیادہ ہم طبیہ کالج دہلی یونیورسٹی دہلی گئے۔ آپ نے بڑی محبت سے گفتگو فرمائی۔ کالج کے مختلف شعبوں میں خود لے کر گئے، کالج کی جانب سے الاٹ کیے گئے فیملی کوارٹر پر بھی لے گئے، بڑے تپاک سے لذتِ کام و دہن کا نظم فرمایا۔ وہاں سے ریٹائر ہونے کے بعد یہ قیام گاہ ترک فرما دی اور مسجد

شیخان کے قریب آپ نے ایک فلیٹ کرائے پر لے لیا، اسی بلڈنگ کے نیچے الٰہ آباد کے ہمارے ایک محب محترم نجم الدین بھائی رہتے تھے، وہ بھی ڈاکٹر موصوف کے بہت چاہنے والے تھے، ہم پہنچتے تو اولین فرصت میں آپ کو مطلع فرمادیتے، آپ بھی تشریف لے آتے اور پھر گفتگو شروع فرما دیتے۔ جب کہ مٹیا محل جامع مسجد دہلی پہلے ہمارا بہت آنا جانا ہوتا تھا، وہاں کسی نہ کسی دن آپ سے شرفِ نیاز حاصل ہو جاتا تھا۔ جب کہ عام طور پر ہم خود ہی آپ کو اپنی موجودگی کی خبر دے دیتے۔

جب آپ کو "سروس ڈاکٹرس ایوارڈ" 2000/2001 [برائے یونانی] حکومت دہلی بدست وزیر اعلیٰ دہلی موصول ہوا، یہ ایوارڈ کی رقم آپ نے حضور حافظِ ملت کے عرس کے موقع پر جامعہ اشرفیہ مبارک پور کو دینے کا شرف حاصل فرمایا۔

جب منّو والی زمین جامعہ اشرفیہ مبارک پور کو حاصل ہونے کا معاہدہ ہوا، یہ لگ بھگ 1986ء کا زمانہ تھا، پندرہ لاکھ کیش دینا تھا اور مبارک پور کی دو زمینیں بطور بدل دینا تھیں، اس وقت عام طور پر پانچ سو یا اکثر مدرسین کی تنخواہیں دو سو ڈھائی سو ہوتی تھیں، عرس کے موقع پر طے شدہ پروگرام کے مطابق ایک مجلس منعقد ہوئی جس میں طے پایا ہر فرد اپنی ایک ماہ کی تنخواہ بطور چندہ جامعہ اشرفیہ کو دے۔ سب نے اپنی اپنی تنخواہ کا اعلان کیا مگر جب علامہ شرر مصباحی کی باری آئی تو آپ نے اپنے خاص انداز سے ارشاد فرمایا کہ ہم اپنی ایک ماہ کی تنخواہ فقط 21 ہزار دینے کا اعلان کرتے ہیں۔ اس اعلان کو علمائے کرام نے بڑی حیرت کے ساتھ سنا اور مہینوں تک علما کے درمیان چرچے ہوتے رہے۔

انتہائی مسرت و شادمانی ہے کہ آپ کو تنظیم ابنائے اشرفیہ مبارک پور کی جانب سے حافظِ ملت ایوارڈ بدست سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، دیا گیا۔

فنی اور قلمی کارنامے:

آپ اردو فارسی میں مہارت رکھتے تھے، عربی زبان میں تو آپ نے پورا درسِ نظامی پڑھا تھا، عربی زبان و ادب میں بھی یدِ طولیٰ رکھتے تھے، آپ بحیثیت معالج متعدّد بار لبنان بھی مدعو کیے گئے، وہاں آپ نے سارا کام عربی زبان میں ہی کیا۔ لبنان میں آپ نے ڈاکٹر سید کمال الحوت، بیروت لبنانی کو عربی زبان میں درس بھی دیا، آپ نے بارہا وہاں کے احوال و آثار پر روشنی ڈالی۔

خیر آپ ایک مستند محقق اور ماہر عروض داں تھے، باکمال شاعر اور معروف نقاد و ادیب تھے، جہاں تک ہمارا خیال ہے کہ کم از کم اہلِ سنت میں ان جیسا علمِ عروض اور فنِ شاعری کا راز داں ہماری نظر سے نہیں گزرا، آپ کم لکھتے تھے، مگر جو لکھتے تھے وہ بڑی حد تک مستند اور مدلل ہوتا تھا، بہت سے معاصرین سے آپ کے علمی اور قلمی معرکہ آرائیاں ہوئیں۔ آپ کی تنقیدات کو نقل کرنے سے بہتر ہے کچھ نئی باتیں آجائیں۔

آپ کی مطبوعہ تصانیف کی مختصر فہرست حسب ذیل ہے۔

نمودِ سحر، ظہورِ قدسی، محاسبے، معارضہ پر محاسبے کا محاسبہ، غمزۂ چشمِ ہمزہ، تذکار، حدائقِ بخشش [تصحیح شدہ] کا جائزہ۔

غیر مطبوعہ تالیفات بھی متعدّد ہیں، مکتوبات شرر مصباحی، اردو اور فارسی، منظومات دیگر اہم کتب اور درجنوں مقالات و مضامین۔

آپ مشائخ اہلِ سنت سے حد درجہ عقیدت و محبت رکھتے تھے، نعت شریف اور دیگر اصنافِ سخن آپ کے خصوصی موضوع رہے، حدائقِ بخشش آپ کے فکر و فن کا منفرد محور و مرکز رہا، ہمیں یاد آرہا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ شارحِ بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی قدس سرہ نے آپ کو مکتوب گرامی ارسال فرمایا کہ ڈاکٹر شرر مصباحی صاحب آپ حدائق بخشش کی شرح نوٹ فرمادیں، اس کے لیے جن کتابوں کی ضرورت ہوگی، ہم ساری کتابوں کا انتظام کرنے کی کوشش کریں گے۔ آپ نے جواب دیا تھا؛ حدائقِ بخشش میں کثیر علوم و فنون ہیں، ان علوم سے کما حقہ ہم واقف نہیں، اس لیے ناقص لکھنے سے بہتر یہ ہے کہ نہ لکھا جائے۔

آپ جب اس بات کو بیان فرما رہے تھے تو آپ علیہ الرحمہ کی آنکھوں میں نمی تھی، فرماتے ہیں کہ آہ! ہماری مفتی صاحب بڑا نوازتے تھے، اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے۔

اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ آپ نے وسعت بھر حدائق بخشش میں کتابت کی اغلاط اور متعدّد نسخوں میں جو طباعتی خامیاں در آئی تھیں، آپ نے نظرِ ثانی فرمائی اور 60 صفحات پر مشتمل علمی، فنی اور معلومات افزا مقدمہ تحریر فرمایا جو پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

ڈاکٹر شرر مصباحی اور سیدین نمبر:

ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور، الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کا ترجمان ہے۔ اس کی اپنی ایک مستقل تاریخ ہے۔ اس سے مختلف وقیع نمبرات اور خصوصے شمارے شائع ہوئے ہیں۔ سب سے ضخیم نمبر 1332 صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ نمبر خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ اور اس کی دو مقتدر علمی اور روحانی شخصیات سید العلما حضرت علامہ سید شاہ آلِ مصطفیٰ سید میاں برکاتی قدس سرہ [1333ھ/1392ھ] اور احسن العلما حضرت علامہ سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں برکاتی قدس سرہ [1345ھ/1416ھ] کے احوال و کوائف پر مشتمل ہے۔

اس کی اشاعت کے موقع پر ہم خود بھی دہلی حاضر ہوئے تھے، مٹیا محل جامع مسجد دہلی کے ایک ہوٹل میں مقیم تھے، اسی علاقے میں اہلِ سنت و جماعت کے اکثر کتب خانے ہیں، علمائے اہلِ سنت کی آمد و رفت بھی رہتی ہے۔ موضوعِ سخن بلند پایہ نقاد و شاعر اور فاضلِ ربانی اور طبِ یونانی کی جامع شخصیت ڈاکٹر شرر مصباحی مبارک پوری نور اللہ مرقدہ کی تشریف آوری بھی خوب رہتی تھی، آپ نے اس نمبر کی تزئین و اشاعت میں خصوصی دل چسپی لی، نمبر کے آغاز میں آپ نے متعدّد اشعار عطا فرمائے جو حسب ذیل ہیں۔

طالب حق کو بتائے گا مقامِ سیدین — پھولتا پھلتا رہے نخلِ مرامِ سیدین
یا الٰہی صبحِ محشر تک بجاہِ مصطفیٰ — یہ شمارہ اشرفیہ کا بنامِ "سیدین"
ماہ نامہ اشرفیہ کی خصوصی پیش کش — ارمغانِ اہلِ فکر و فن بنامِ سیدین
علم و عرفاں کی مکمل ایک دستاویز ہے — اللہ اللہ رفعتِ شان و مقامِ سیدین

خانقاہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے لیے آپ نے اپنا منظوم خراجِ عقیدت پہلے ہی پیش فرمادیا تھا، ان میں سے چند اشعار ہم نقل کرتے ہیں۔

زباں سے کیا ہو بیاں داستانِ مارہرہ — ورا ہے فہم و خرد سے جہانِ مارہرہ
خزینے زیرِ زمیں ہیں خزانے اوپر ہیں — نرالی وضع کی حامل ہے کانِ مارہرہ
چھپا کے غیروں سے پیتے ہیں بادۂ عرفاں — بلا کے مست ہیں تسبیح خوانِ مارہرہ
یہ درگہِ شہِ برکات ہے تعالی اللہ — کہ جو ہیں اصل میں جان جہانِ مارہرہ
یہ آسمانِ ولایت کے چاند تارے ہیں — حسن میاں ہوں کہ سید میانِ مارہرہ

ہرا بھرا رہے یارب دمِ قیامت تک
بفیضِ غوثِ وریٰ گلستانِ مارہرہ

حضور احسن العلما قادری برکاتی قدس سرہ کی رحلت پر آپ نے منقبت تحریر کی تھی، ہم چند اشعار ذیل میں درج کرتے ہیں:

وہ گیتیِ شرف کا حکمراں کہاں چلا گیا — ابھی تو تھا ہمارے درمیاں کہاں چلا گیا
وہ جس کے مغزِ سر میں علم و آگہی کا حسن تھا — وہ فکر و فن کا گنج شایگاں کہاں چلا گیا
وہ جس کے دل میں درد لب پہ نعرۂ سرور تھا — وہ سرّ ہا و ہو رازداں کہاں چلا گیا
وہ جس کی بات بات میں نبات کی مٹھاس تھی — وہ لے کے اپنی شہد کی زباں کہاں چلا گیا

جو دوستی کے واسطے ہمیشہ سر بکف رہا
جو دشمنوں پہ بھی تھا مہرباں، کہاں چلا گیا

ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی علیہ الرحمہ جن دنوں لکھنؤ میں مقیم تھے، انھوں نے 1974ء میں لکھنؤ سے "فیضانِ اہلِ سنت" کے نام سے الجامعۃ الاشرفیہ کے ترجمان کی حیثیت سے ایک ماہ نامہ نکالنے کا ارادہ کیا تھا اور پہلا شمارہ الجامعۃ الاشرفیہ نمبر نکالنے کی تیاری شروع کردی تھی،

اس کے لیے حضرت حافظِ ملت سے بھی ایک مضمون لکھنے کی گزارش کی، حضرت نے ایک وقیع تحریر اسی خصوصی شمارے کے لیے ارسال فرمائی تھی، لیکن جب جامعہ اشرفیہ نے "ماہ نامہ اشرفیہ" نکالنے کا پروگرام طے کر لیا تو حضرت حافظِ ملت کی غیر مطبوعہ تحریر ان کے پاس بطور تبرک محفوظ رہی۔ سیدین نمبر کی اشاعت کے وقت ڈاکٹر صاحب نے وہ تحریر ہمیں عنایت فرمادی۔

اب ذیل میں ہم حضور حافظِ ملت نور اللہ مرقدہ کے مضمون کا ابتدائی حصہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔

"محبِ محترم، صاحبِ الفضل والحشم جناب ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب زید مجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ محبت نامہ صادر ہوا، آپ کے رسالہ فیضانِ اہلِ سنت کے اجرا سے بہت خوشی ہے، مولائے کریم اس کو مقبولیت کے ساتھ دوام وثبات عطا فرمائے۔ پہلا شمارہ الجامعۃ الاشرفیہ نمبر ہے، یہ آپ کی انتہائی مخلصانہ دانش مندی ہے، رسالہ سے مناسبت وبلاغت بھی ہے کیوں کہ الجامعۃ الاشرفیہ فیضانِ اہلِ سنت ہی ہے۔

مجھے آپ نے حکم دیا ہے کہ الجامعۃ الاشرفیہ کے عنوان پر مضمون حاضر کروں، چند سطور سپردِ قلم ہیں۔"

حضور حافظِ ملت کی یہ وقیع تحریر تاریخ اشرفیہ کی گرہ کشا اور معلومات سے بھرپور ہے۔

فقیہِ اعظم ہند کا خطاب:

ڈاکٹر ایف. آر. شرر مصباحی بڑے دور اندیش اور منصوبہ ساز تھے۔ شارحِ بخاری علیہ الرحمہ کے لیے "فقیہ اعظم ہند" کا خطاب آپ ہی کی تجویز سے سامنے آیا، اب ذیل میں ہم آپ کی تحریر اور مشائخ اہل سنت کی تائیدات وتصدیقات نقل کرتے ہیں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

"محقق دوراں فقیہ عصر حضرت مولانا مفتی شریف الحق امجدی مدظلہ العالی دور حاضر میں اہل سنت وجماعت کے قائد اور مسلک اعلیٰ حضرت کے ترجمان ہیں، آپ کی تدریسی، تحریری اور تصنیفی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے جن میں دو کارنامے ملتِ اسلامیہ پر احسان عظیم کی حیثیت رکھتے ہیں۔"

(1)- ضخیم جلدوں میں صحیح البخاری کی شرح نزہۃ القاری۔ (2) بے شمار مسائل وفوائد پر مشتمل آپ کے فتاوے

بخاری شریف کی شرح لکھنے کے لیے جس وسعت علم، دقتِ نظر، حسن تدبر اور احتیاط کی ضرورت ہے، اس کی حقیقت اجلہ علما ہی سمجھ سکتے ہیں اور ایک ایک حدیث کے صحیح معنی اور مفہوم مراد کو سمجھنے کے لیے کس قدر خون جگر جلانا پڑا ہوگا اسے مصنف علام ہی بتا سکتے ہیں۔ مختصر لفظوں میں کہا جاسکتا کہ نزہۃ القاری کی شکل میں حضرت مصنف نے اہل سنت کو علوم دینیہ کا انمول تحفہ عطا کیا ہے اگر آپ کو عصر حاضر کا "محدث اعظم ہند" کہا جائے تو یہ محض روایتی عقیدت کی کارفرمائی نہیں ہوگی بلکہ حقیقت کا برملا اظہار ہوگا اور حضرت صدر الشریعہ وحضور مفتی اعظم ہند کی صحبت بابرکت میں کارافتا انجام دے کر فقاہت میں آپ نے زبردست کمال حاصل کیا ہے اگر آپ کو عہد حاضر کا "فقیہ اعظم ہند" کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ علم وفن کی دونوں شاخوں میں آپ کا کمال تبحر ظاہر وباہر ہے تاہم جیسا کہ حضرت اعمش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عزیز ترین شاگرد حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

یا معشر الفقهاء انتم الاطباء ونحن الصياد له جس سے محدثین پر فقہا کی فی جملہ فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ اس لیے میں محمد فضل الرحمٰن شرر مصباحی رکن الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، علمائے کرام سے اپیل کرتا ہوں کہ حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی مدظلہ العالی کو فقیہِ اعظم ہند کے خطاب سے سرفراز کیا جائے اور بمبئی عظمیٰ میں جشن شارح بخاری کے موقع پر اس کا اعلان کر دیا جائے — محمد فضل الرحمٰن شرر مصباحی

تصدیقات:

فقیر اس حقیقت کا معترف اور اس تجویز سے متفق ہے کہ حضرت مدوح کو فقیہ اعظم ہند کے خطاب سے سرفراز کیا جائے۔ محمد میاں ثمر خادم سجادہ منصب افتا خانقاہ مسعودیہ مظہریہ مسجد شاہی فتح پوری دہلی مہر	میں اس مبارک تجویز کی تصدیق اور توثیق کرتا ہوں۔ ارشد القادری خادم جامعہ حضرت نظام الدین اولیا، دہلی 26 اگست 1999ء	محمد مکرم احمد نقشبندی چشتی قادری سہروردی شاہی امام وخطیب جامع مسجد فتح پوری دہلی 16 جمادی الثانی 1420ھ مہر

ماہ نامہ کنز الایمان دہلی شمارہ اکتوبر 1999ء میں شارحِ بخاری کو "فقیہِ اعظم ہند" کا خطاب دینے کی تجویز از ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی

تین تائیدات کے ساتھ اشاعت ہوئی تھی۔ جس کا اشاراتی حوالہ دیتے ہوئے عرس قاسمی مارہرہ مطہرہ (بتاریخ 20 رجب 1420ھ مطابق 31 اکتوبر 1999ء) میں قل شریف سے چند منٹ قبل شارح بخاری کو مختصر تقریر کی دعوت دیتے ہوئے حضرت امین ملت نے ارشاد فرمایا:

"حضرت شارح بخاری کو 'فقیہ اعظم ہند' کا خطاب دینے کی ایک تجویز اور اس کی تائید ایک سنی ماہنامہ میں شائع ہوئی ہے۔ میں آج اس برکاتی منبر سے سیکڑوں علما و مشائخ اور ہزاروں سامعین و زائرین کی موجودگی میں خادم آستانہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کی حیثیت سے حضرت شارح بخاری کو فقیہ اعظم ہند کا خطاب دیتا ہوں اور ان سارے مشاہیر علما کے سامنے اس خطاب کا اعلان کرتا ہوں اور بمبئی میں ہونے والے جشن شارح بخاری کے موقع پر انشاء اللہ میں بر کاتی فاؤنڈیشن کراچی پاکستان کی طرف سے حضرت شارح بخاری کو خطاب فقیہ اعظم ہند کے ساتھ اعزاز و انعام پیش کروں گا"۔ (مفہوم و خلاصہ تقریر)

اس اعلان سے سامعین و حاضرین کے درمیان انبساط و مسرت کی ایک بجلی کوند گئی، خوشی کی لہر دوڑ گئی، و فور جذبات کے ساتھ لوگ پے در پے نعرے لگانے لگے۔

شہرادگان خانوادہ برکاتیہ کے علاوہ اس اعلان کے وقت موجود چند مشاہیر علما و مشائخ اہل سنت کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

(1) بحر العلوم حضرت مفتی عبد المنان اعظمی (2) محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری (3) فقیہ ملت حضرت مفتی محمد جلال الدین احمد امجدی (4) نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت منان رضا خاں منانی میاں (5) حضرت مولانا سید وجاہت رسول قادری (کراچی) (2) حضرت مولانا سید محمد عارف بہرائچی (7) حضرت مفتی محمد مظفر احمد بدایونی (8) حضرت مولانا یٰسٓ اختر مصباحی (9) حضرت مولانا لطف اللہ برکاتی مارہروی (10) حضرت مولانا صوفی سخاوت علی برکاتی بستوی (1) حضرت مولانا قاری عبد السمیع کانپوری (12) حضرت مفتی محمد مطیع الرحمٰن مضطر رضوی (13) حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی (14) حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی (15) حضرت مولانا بشیر احمد برکاتی جالونی وغیرہم۔

ممبئی کی سرزمین پر تکمیل شرح بخاری کی مناسبت سے جشن شارح بخاری کا انعقاد ہوا۔ اسی موقع پر معارف شارح بخاری" کی اشاعت ہوئی، علامہ شررؔ مصباحی نے ایک علمی اور فنی منقبت تحریر فرمائی، اس کی ایک خاص بات یہ ہے کہ قدیم شروح کے اسمائے گرامی بھی درج کیے گئے ہیں۔

نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری:

ہر چہ در عمدہ[1] و در باری[2] و ساری[3] دیدم — جوہر آں ہمہ در نزہت[4] قاری دیدم — (1)-عمدۃ القاری

وہ چہ آئینہ صفت نزہت قاری دیدم — کہ در و جلوۂ صد حسن بخاری دیدم — (2)-فتح الباری

چوں نظر بر ورق نزہت قاری کر دم — لمعۂ از درر[5] و ضوء درارئ[6] دیدم — (3)-ارشاد الساری

بے نیاز آمدم از زینت[7] و تیسیر[8] و فیوض[9] — مغز آں جملہ دریں شرح بخاری دیدم — (4)-نزھت القاری

ہمچوں گلہائے تر اوراق گل نزہت را — ناز پروردۂ فراش بہاری دیدم — (5)-الدرر المنتشرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ

جلوۂ قدرت حق دیدم و شاداں گشتم — چوں دراں مسئلہ رویت باری دیدم — (6)-ضوء الدراری

توئی آں بحر عظمطم کہ سیل فیضت — از کراں تابہ کراں چشمۂ جاری دیدم — (7)-زینۃ القاری-

مفتی شرع بسے دیدم و بس مفعلم — چوں ترا دیدم و چوں نزہت قاری دیدم — (8)-تیسیر القاری

امجدی رضوی[10]، برکاتی ہم — (9)-فیوض الباری

فیض ایں نسبت ہر سہ ز تو جاری دیدم — (10)-ایں مصرع بتوجہ تمام می باید خواند

مختصر یہ کہ ہمارے بزرگ حضرت علامہ ڈاکٹر شررؔ مصباحی مبارک پوری بڑی علمی اور فنی خوبیوں کی جامع شخصیت تھی۔ آپ ایک سنجیدہ ناقد، فن عروض کی زلفوں کے اسیر، فنکار شاعر، عربی فارسی اور اردو کے ماہر تھے۔ آپ کے کلام اردو اور فارسی میں کثیر ہیں، آپ نے اپنے منظوم کلام کے لیے کچھ لکھنے کا حکم متعدّد بار صادر فرمایا مگر بعد میں اس کی اشاعت موخر کر دی گئی اور دیگر کتب کی اشاعت کی جانب متوجہ ہو گئے۔ آپ ایک عظیم اور جلیل القدر شخصیت تھے، ایک دن لوگ فخر سے کہیں گے کہ ہم نے حضرت ڈاکٹر شررؔ مصباحی مبارک پوری علیہ الرحمہ کی زیارت کی تھی۔ ہم دعا کرتے ہیں مولا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے آپ کی مغفرت فرمائے۔ اولاد، اہلِ خانہ اور متعلقین کو صبر و شکر کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین۔ ❊❊❊

دور جاہلیت کی رسومات اور قرآنی تعلیمات

مولانا محمد حبیب اللہ بیگ ازہری

2–زمانہ جاہلیت کی ایک رسم یہ بھی تھی کہ کافر اپنی مرضی کے مطابق کچھ کھیتوں اور جانوروں کو بتوں کے لیے مختص کر دیتے، ایسے کھیتوں اور جانوروں سے فائدہ اٹھانے کو ممنوع قرار دیتے، ایسے جانوروں پر سواری نہیں کرتے، ان کا دودھ استعمال نہیں کرتے، اور ذبح کے وقت ان پر اللہ کا نام نہیں لیتے، اور کہتے کہ یہ اللہ کا حکم ہے، جب کہ اللہ نے کوئی ایسا حکم نازل نہیں فرمایا، ارشاد باری ہے:

وَ قَالُوْا هٰذِهٖۤ اَنْعَامٌ وَّ حَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَاۤ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَ اَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَ اَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝۔[سورۂ انعام:138]

اور کافروں نے کہا: یہ مویشی اور کھیتی ممنوع ہیں، انھیں وہی کھائے گا جسے ہم چاہیں گے، یہ حکم محض اپنے گمان سے بیان کرتے، اور کچھ جانور وہ ہیں جن کی پشت حرام قرار دے دی گئی ہے، اور کچھ وہ ہیں جن کو ذبح کرتے وقت یہ اللہ کا نام نہیں لیتے، یہ اللہ پر افترا باندھتے ہیں، اللہ انھیں ان کی افترا پردازی کا بدلہ دے گا۔

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ قدیم زمانے میں مشرکین عرب اپنے بتوں کے لیے مویشی اور کھیتی کی نذر مانا کرتے تھے، کھیتی کی نذر ماننے کے بعد اس سے عمومی انتفاع کو حرام سمجھتے اور اسے پجاریوں کے لیے مختص کر دیتے، اسی طرح کچھ جانوروں کو بتوں کے لیے نام زد کر دیتے، اور ان کا گوشت صرف بتوں کے خدام کو کھلاتے، عام لوگوں کو نہیں کھلاتے، پھر خدام میں بھی صرف مردوں کو کھلاتے، عورتوں کو نہیں کھلاتے۔ اسی طرح جن جانوروں کی نذر مان لیتے ان کی پشتوں کو حرام قرار دے دیتے، نہ ان پر سواری کرتے اور نہ انھیں بار برداری کے لیے استعمال کرتے۔ جب ایسے جانوروں کو ذبح کرتے تو ان پر اللہ کا نام بھی نہیں لیتے کہ جو جانور بتوں کے لیے مختص ہو گئے ان پر اللہ کا نام لینے کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا، نیز ایسے جانوروں پر سوار ہو کر حج و عمرہ بھی نہیں کرتے کہ حج کے دوران اللہ کا نام لیا جاتا ہے، اور بآواز بلند تلبیہ پڑھا جاتا ہے۔

کھیتی اور مویشی کے حوالے سے کافروں نے یہ رسومات خود ہی وضع کر لیے تھے، ان کی حقیقت و مشروعیت پر ان کے پاس کوئی عقلی یا نقلی دلیل نہیں تھی، اس کے باوجود کہا کرتے تھے کہ یہ اللہ کا حکم ہے، اور ہم اسی کے حکم پر کاربند ہیں، قرآن کریم نے ایسے ظالموں کے لیے فرمایا: سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ۔ اللہ انھیں ان کی افترا پردازی کی سزا دے گا۔ اور ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّ حَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ۔

[سورۂ یونس:59]

بتاؤ کہ اللہ نے تمھارے لیے جو رزق اتارا اس میں سے بعض کو تم نے حرام ٹھہرالیا اور بعض کو حلال، بتاؤ کہ اللہ نے تمھیں اس کا حکم دیا یا تم اللہ پر افترا باندھ رہے ہو؟

یعنی اللہ نے جسے تمھارے لیے حلال بنایا اسے تم حرام نہ سمجھو، بلکہ اس کے پاکیزہ رزق سے کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرتے رہو۔

زمانہ جاہلیت کے کافر اپنے بہت سے جانوروں کو معطل بنا کر آزاد چھوڑ دیا کرتے تھے، ان سے نہ خود فائدہ اٹھاتے، نہ کسی دوسرے کو فائدہ اٹھانے کی اجازت دیتے، بلکہ ایسے آزاد جانور فصلوں کو تباہ کر دیں تب بھی انھیں نہیں روکتے۔ قرآن کریم نے اس بری رسم کے خاتمے کے لیے جانوروں کی تخلیق کا حقیقی مقصد واضح کیا، ان کے گوشت، پوست اور دودھ سے انتفاع کا حکم دیا، ان پر سواری اور بار برداری کو مباح قرار دیا، اور فرمایا کہ اللہ کے مقدس دین میں جانوروں کو آزاد اور ناکارہ بنانے کی کوئی گنجائش نہیں ہے، فرمایا:

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّ لَا سَآئِبَةٍ وَّ لَا وَصِيْلَةٍ وَّ لَا حَامٍ ۙ وَّ لٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَ اَكْثَرُهُمْ

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

لَا يَعْقِلُوْنَ ۝۔[سورۂ مائدہ:138]

اللہ نے کسی بھی جانور کو بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حامی نہیں بنایا، لیکن کافر اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں، اور ان میں اکثر ناسمجھ ہیں۔

دور جاہلیت میں متعدّد طریقوں سے جانوروں کو حرام قرار دیا جاتا تھا، اور انھیں مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا تھا، اس آیت مبارکہ میں چار ناموں کا ذکر ہے، بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حامی، کتب تفاسیر میں مختلف طریقوں سے ان کی توضیح کی گئی ہے، اس آیت کے تحت تفسیر ابوالسعود میں ہے:

بحیرہ: اونٹنی اگر پانچ مرتبہ بچہ جنے اور پانچویں دفعہ مذکر پیدا کرے تو اس کے کان چیر دیتے، اور اسے بحیرہ کہتے، جس کے معنی ہیں: کان کٹی ہوئی، ایسی اونٹنی پر سواری نہیں کرتے اور اس کا دودھ نہیں دوہتے، اسے کسی بھی چراگاہ میں چرنے اور کسی بھی تالاب یا چشمہ کا پانی پینے سے منع نہیں کرتے۔

سائبہ: عربوں کا معمول یہ تھا کہ کوئی سفر پر جاتا تو نذر مانتا کہ اگر میں صحیح سلامت گھر پہنچ گیا تو میری اونٹنی سائبہ یعنی آزاد ہوگی، اسی طرح بیمار نذر مانتا کہ میں صحت یاب ہو گیا تو میری اونٹنی سائبہ ہوگی، پھر مسافر وطن واپسی کے بعد اور مریض شفایابی کے بعد اپنی اونٹنی کو آزاد کر دیتا، اور بحیرہ کی طرح اس پر سواری سے گریز کرتا، اس کا دودھ کا استعمال نہیں کرتا اور اسے آزاد چرنے کے لیے چھوڑ دیتا۔

وصیلہ: بکری اگر مادہ جنتی تو اس مادہ کو اپنے لیے رکھ لیتے، اگر نر جنتی تو اسے اپنے بتوں کے لیے نذر کر دیتے، اور اگر نر و مادہ دونوں ایک ساتھ جنتی تو کہتے: وصلت أخاها یعنی پیدا ہونے والی اس مادہ بکری نے اپنے ساتھ اپنے بھائی کو ضم کر لیا ہے، لہٰذا اس نر کو بتوں کے لیے ذبح نہیں کرتے۔

حامی: کسی اونٹ سے مسلسل دس مرتبہ اونٹنی حاملہ ہو تو اس اونٹ کے لیے کہتے: قد حمي ظهره، یعنی اس اونٹ نے اپنی پشت کو محفوظ کر لیا ہے، لہٰذا اس کو سواری اور بار برداری کے لیے استعمال نہیں کرتے، اور اسے آزاد چرنے کے لیے چھوڑ دیتے۔

(تفسیر ابوالسعود، تفسیر سورۂ مائدہ، آیت نمبر:138، ج:2، ص:133)

آیت مبارکہ میں ذکر کی گئیں چاروں قسموں کے حوالے سے کتب تفاسیر میں متعدّد اقوال ملتے ہیں، شیخ الازہر ڈاکٹر محمد سید طنطاوی علیہ الرحمہ نے ان تمام اقوال کو تفصیلاً ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

يبدو أن الخلاف في حقيقة هذه الأربعة مرجعه إلى اختلاف القبائل في بلاد العرب واختلاف الأماكن التي يقيمون فيها، والعادات الباطلة التي شبوا عليها وألفوها. (التفسیر الوسیط، تفسیر سورۂ مائدہ، آیت نمبر:138، ج:4، ص:316)

یعنی ان چاروں قسموں کی حقیقت میں اختلاف کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ عرب کے قبائل، ان کے مقامات اور ان کے عادات واطوار مختلف تھے، (اسی اختلاف کے پیش نظر کئی صورتیں سامنے آگئیں)۔

بہر کیف ان کی حقیقت جو بھی ہو خالق لم یزل عزوجل نے ان تمام رسموں کو کالعدم قرار دے دیا، اور شرعی حدود میں رہتے ہوئے جانوروں سے نفع یاب ہونے کا حکم دیا، فرمایا:

وَ مِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّ فَرْشًا ؕ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۔[سورۂ انعام:142]

اللہ نے کچھ (بڑے) بار بردار اور کچھ (چھوٹے) زمین سے لگے مویشی کیے، اللہ نے جو تمھیں رزق دیا اس سے کھاؤ، اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو، بے شک وہ تمھارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

3- جانوروں کی طرح ان کے شکم میں پلنے والے بچوں کے تعلق سے بھی قدیم عربوں میں کئی رسمیں متعارف تھیں، جنھیں قرآن کریم نے تفصیل کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَ قَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَ مُحَرَّمٌ عَلٰۤى اَزْوَاجِنَا ۚ وَ اِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝۔[سورۂ انعام:139]

اور مشرکوں نے کہا کہ جو ان جانوروں کے پیٹ میں ہے وہ صرف ہمارے مردوں کے لیے ہے اور وہ ہماری عورتوں پر حرام ہے، اور اگر وہ بچہ مردہ پیدا ہوا تو سب اس میں شریک ہوں گے، اللہ جلد ہی انھیں ان کی اس بات پر سزا دے گا، بے شک وہ علم وحکمت والا ہے۔

اس آیت کا واضح مفہوم یہ ہے کہ کفار جن جانوروں کو ممنوع وحرام قرار دے دیتے اگر ان کے بطن سے کوئی زندہ بچہ پیدا ہوتا تو اسے صرف مرد کھاتے، اور اس سے عورتوں کو نہیں کھلاتے، اور اگر مردہ پیدا ہوتا تو مرد وعورت سب کھاتے، اس طرح کفار اپنی مرضی سے جسے چاہتے حلال کر لیتے اور جسے چاہتے حرام کر دیتے، قرآن کریم نے اسی آزاد روی کے حوالے سے فرمایا: سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ۔ اللہ انھیں ان کی کذب بیانی اور افترا پردازی کی سزا دے گا، وہی علم وحکمت والا ہے۔ (جاری) ❊❊❊

تفہیمِ حدیث

آخری قسط

علمِ غیبِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مفتی محمود علی مشاہدی

خادم کے چہرے سے حیرت واستعجاب کی پراسرار خاموشی ٹپک رہی تھی، آتے ہی اس نے خبر دی: اب میرے لیے تمھاری شخصیت سر تاسر ایک معمہ بن گئی ہے، کلیسا کی ایک صدی کی لمبی تاریخ میں تم پہلے انسان ہو جسے ہمارے تارک الدنیا شیخ نے اپنی خلوت خاص میں باریاب ہونے کی اجازت دی ہے بلکہ تمھاری سحر طراز شخصیت نے انھیں سراپا اشتیاق بنادیا ہے، وہ نہایت بے تابی کے ساتھ اپنے خلوت کدہ میں تمھارا انتظار کررہے ہیں، جلدی چلو ورنہ ایک لمحے کی تاخیر بھی جذبۂ شوق کے لیے گراں بار بن جائے گی۔

حضرت ابوبکر مجسمۂ حیرت بنے ہوئے اٹھے اور اس کے پیچھے پیچھے راہب کے حجرۂ خاص میں داخل ہوئے۔

کئی سو برس کا بوڑھا راہب جس کی بھنویں سفید ہوکر لٹک گئی تھیں اور ہڈیوں کے ڈھانچہ کے سوا سر سے پا تک جسم انسانی کا کہیں کوئی گداز نظر نہیں آرہا تھا، خیر مقدم کے لیے کھڑا تھا۔

حجرہ میں قدم رکھتے ہی ایک مدھم سی آواز کان میں آئی:

اگر تم وہی ہو جس کی چند نشانیاں میرے پاس محفوظ ہیں تو آج تمھارے دیدار کا شرف حاصل کرکے میں ہمیشہ اپنی خوش نصیبی پر فخر کروں گا۔ یہ کہتے ہوئے اپنی لٹکی ہوئی پلکوں کو آنکھوں کے روزن سے ہٹایا اور چراغ کی تیز روشنی میں سر سے پا تک ایک بار سارے جسم کا جائزہ لیا، کبھی کتاب کے بوسیدہ ورق پہ انگلی رکھتا، کبھی چہرے کے خدو خال کا مطالعہ کرتا، نوشتۂ کتاب اور صحیفۂ رخ کا کافی دیر تک تقابل کرنے کے بعد ایک مرتبہ عالم بے خودی میں آواز دی:

زحمت نہ ہو تو اپنے داہنے ہاتھ کی کلائی ذرا میری آنکھوں کے قریب کردو۔

کلائی پر تجسس کی نگاہ ڈالتے ہی اس کے جذبات قابو سے باہر ہوگئے، اپنے لرزتے ہوئے ہونٹ سے انگلیوں کا بوسہ لیتے ہوئے کہا:

اجازت دو کہ میں تمھیں امیر المومنین ابوبکر صدیق کہہ کر پکاروں، تحیر آمیز لہجے میں حضرت ابوبکر نے کہا: سمجھ میں بات نہیں آئی کہ صرف ایک رات بسر کرنے کے سوال پر کتنا بکھیڑا پھیلا دیا ہے تم نے، کبھی ہم سے مکے کا جغرافیہ پوچھتے ہو، کبھی میرا اور میرے باپ کا نام دریافت کرتے ہو، کبھی کئی سو برس کا پرانا کاغذ لے کر میرے چہرے اور جسم کے نشانات کا جائزہ لیتے ہو، اور اب تم نے مجھے ایسے نام سے موسوم کرنے کی اجازت چاہی ہے جس نام سے میرے باپ نے موسوم ہی نہیں کیا تھا، تم ہی سوچو آخر یہ کیا تماشہ ہے؟۔ درماندہ انسانوں کے ساتھ اس طرح کا مذاق ایک تارک الدنیا راہب کو ہرگز زیب نہیں دیتا۔

سیدھے سادھے انداز میں ایک رات بسر کرنے کی اجازت دینی ہو تو دے دو ورنہ آسمان کا شامیانہ ہمارے لیے بہت کافی ہے۔

یہ کہہ کر حضرت ابوبکر واپس ہی ہونا چاہتے تھے کہ راہب نے ان کا ہاتھ تھام لیا۔ ہائے کاش! آسمانی بشارت سن کر تم آزردہ خاطر ہوگئے، معاذ اللہ، روے زمین کی ایک محترم ہستی سے میں کبھی مذاق نہیں کرسکتا تمھارے مقدر کے جو نوشتے میرے پاس محفوظ ہیں، میں نے انھیں صرف پڑھ کر سنایا ہے۔

آج میری باتوں کا شاید تم یقین نہ کرسکو لیکن سن لو کہ مکہ کے افق سے رسالت کا وہ خورشید انور بہت جلد طلوع ہونے والا ہے جس کے جلو میں ایک روشن سیارہ کی طرح قیامت تک تم درخشاں رہوگے۔

آسمانی صحائف میں گیتی کے آخری پیغمبر کے جلوہ گر ہونے کی جو نشانیاں بتائی گئی ہیں، ان ہی کے ذیل میں تمھاری فضیلت وتقرب کی جو نشان دہی کی گئی ہے اس کی واضح علامتیں میں تمھاری شخصیت کے آئینے میں پڑھ رہا ہوں، تمھارے دمکتے ہوئے چہرے کی توبات ہی کیا ہے کہ تمھارے داہنے ہاتھ کا یہ تل بھی ہماری کتاب میں موجود ہے۔ عبرانی زبان سے واقفیت ہو تو اپنا سراپا تم خود ہی ان آسمانی نوشتوں میں پڑھ لو۔

بہر حال اب تم ایک غریب الدیار مسافر نہیں ہو، تجلیات قدس کے نگار خانوں کے وارث ونگراں ہو، اس خانقاہ کی دیواروں کا سایہ تو کیا چیز ہے تم چاہو تو میری سفید پلکوں میں رات گزار سکتے ہو۔

ایک ہنگامہ خیز تحیر کے ہجوم میں حضرت ابوبکر راہب کے خلوت کدے سے اٹھے اور کلیسا کے ایک حجرے میں آکر لیٹ گئے، ساری رات راہب کی گفتگو بزم خیال میں گردش کرتی رہی، ذہن میں طرح طرح کے

استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

تصورات کا طوفان امنڈ تا رہا، ایک لمحے کے لیے بھی انھیں نیند نہیں آئی۔

صبح کو جب رخصت ہونے لگے تو راہب کی الوداعی ملاقات کا منظر بڑا ہی دردناک تھا، اشک بار آنکھوں سے پیشانی کا بوسہ لیتے ہوئے بوڑھے راہب کا یہ جملہ مکے کی واپسی تک ان کے حافظے پر نقش رہا۔

"تمھاری زندگی میں فیضان الٰہی کی جب وہ سحر طلوع ہو تو مجھے بھی فیروز بخت دعاؤں میں یاد رکھنا"

کئی مہینے کے بعد آج حضرت ابو بکر اپنی تجارتی مہم سے مکے کو واپس لوٹ رہے تھے، شبانہ روز چلتے چلتے اب صرف ایک منزل کی مسافت رہ گئی تھی، کھجوروں کے جھنڈ سے گزرتے ہوئے راہب کے سوالات حافظے کی سطح پر ابھرنے لگے۔ ام القری کی پہاڑیوں پر نظر پڑتے ہی ایک معنوی کیف سے دل کا عالم زیر و زبر ہونے لگا، فطرت الٰہی کی کوشش سے اونٹنی کی رفتار تیز ہوگئی۔

تھوڑی ہی دور چلنے کے بعد مکے کی عمارتیں چمکنے لگیں، نظر پڑتے ہی جذبۂ شوق کے تلاطم میں سواری سے نیچے اتر پڑے، غلام نے اونٹنی کی مہار تھام لی، آبادی میں داخل ہوتے ہی کہیں سے ابوجہل نے دیکھ لیا اور آواز دیتا ہوا دوڑ کر قریب پہنچا، ملاقات کے بعد ابوجہل نے فوراً یہ خبر سنائی: "تم غالباً ایک عرصے پر اپنے سفر سے واپس لوٹ رہے ہو، شاید تمھیں معلوم نہیں ہوگا کہ تمھارے جانے کے بعد یہاں کیا گل کھلا ہے"۔

حضرت ابو بکر نے جواب دیا: پردیس میں معلومات کا ذریعہ ہی کیا تھا، ویسے اپنے بعد یہاں کے واقعات کی مجھے کوئی اطلاع نہیں ہے، کوئی اہم واقعہ رونما ہوا ہے تو سناؤ۔

ابوجہل نے طنز کرتے ہوئے کہا: عبداللہ کے بیٹے محمد کے متعلق تم بھی جانتے ہو کہ اپنے قبیلے میں وہ کتنا معزز اور ہر دل عزیز تھا، سارا شہر اس کی شرافت اور تقدس کا لوہا مانتا تھا لیکن تمھیں حیرت ہوگی کہ ادھر چند دنوں سے ایک عجیب و غریب ڈھونگ رچایا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ: میں خدا کا آخری پیغمبر ہوں، میرے پاس ایک فرشتہ آسمان سے وحی لے کر اترتا ہے، اب وہ کھلے بندوں اپنے آباواجداد کے خداؤں کی مذمت پر اتر آیا ہے، لات و ہبل کے سنگ آستاں سے باغی بنا کر وہ لوگوں کو ایک نادیدہ خدا کی پرستش کی دعوت دے رہا ہے، دنیائے عرب کے قدیم مشرب کے خلاف اس باغیانہ اقدام پر سارے مکے میں غیظ و غضب کی آگ بھڑک اٹھی ہے۔

فی الحال ابوطالب کی ضمانت پر اس کے خلاف ابھی کوئی تعزیری کارروائی عمل میں نہیں لائی جاسکتی ہے، لیکن حالات شاہد ہیں کہ جس دن وہ اپنے بھتیجے کی حمایت سے دست برداری کا اعلان کردیں گے اس دن مکے کی زمین اپنی وسعت کے باوجود اس پر تنگ ہوجائے گی۔

قوم میں تمھاری ذہانت و سنجیدگی ضرب المثل ہے، عام طور پر تمھاری بات کا بہت زیادہ وزن محسوس کیا جاتا ہے، ہمیں امید ہے کہ اس فتنے کی سرکوبی میں تم اپنی بہترین صلاحیتوں کا مظاہرہ کرکے اپنی قوم کو شکر گزار بناؤ گے۔ ابوجہل کی گفتگو سن کر حضرت ابو بکر کی نگاہوں کے سامنے ایک نئی زندگی کا مستقبل چمکنے لگا، راہب کی پیشین گوئی بظاہر حقیقت کے سانچے میں ڈھلتی ہوئی محسوس ہونے لگی، جذبات کے تلاطم پر قابو پاتے ہوئے انھوں نے جواب دیا: ابھی تو میں ایک طویل سفر سے واپس لوٹ رہا ہوں، چہرے کی گرد تک صاف نہیں کرسکا ہوں بطور خود حالات و واقعات کا جائزہ لینے کے بعد ہی کوئی رائے قائم کرسکوں گا، ابھی سرراہ عجلت میں کیا کہہ سکتا ہوں۔

ابوجہل سے پیچھا چھڑا کر سیدھے اپنے گھر تشریف لائے، غلبۂ شوق اور جذب طلب نے اتنی بھی مہلت نہیں لینے دی کہ سامان اتار کر گھر میں قدم رکھتے، اسی مسافرانہ سج دھج میں بنو ہاشم کے قبیلے کی طرف نکل پڑے، سیدھے ابوطالب کے گھر پہنچے اور سرکار اقدس کی بابت دریافت کیا معلوم ہوا کہ وہ کوہ بوقبیس کی طرف تشریف لے گئے ہیں۔

ایک نامعلوم وارفتگی شوق کے عالم میں جیسے ہی وہ کوہ بوقبیس کے قریب پہنچے دیکھا کہ دامن کوہ میں سرکار ایک چٹان پر تشریف فرما ہیں، عارض تاباں سے رحمت و نور کا آبشار پھوٹ رہا ہے، قدموں کی آہٹ پاتے ہی رخ اٹھا کر دیکھا اور مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مرحباً أهلاً و سهلاً:- مبارک ہو تمھارا آنا مبارک ہو۔

خیر مقدم کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ یوں ہی نہیں بیٹھے تھے، کسی نئے آنے والے کا انتظار تھا انھیں۔

اعلان نبوت کے بعد حضرت ابو بکر کی یہ بالکل پہلی ملاقات تھی، مسرتوں کے انوار سے سرکار کا چہرہ جگمگا رہا تھا، کیوں نہ ہو کہ آج امت مرحومہ کی بنیاد پڑنے والی تھی، حضرت ابو بکر اپنے نوشتۂ تقدیر کا انجام دیکھنے کے لیے حیرانی کے عالم میں خاموش کھڑے ہی تھے کہ گل قدس کی پتیوں کو حرکت ہوئی اور کشور دل کو فتح کرنے والی ایک آواز فضا میں بکھر گئی۔

ابو بکر! کلمۂ حق کی طرف سبقت کرنے میں پیچھے آنے والوں کا انتظار نہ کرو، خدا کا آخری پیغمبر تمھیں حیات سرمدی کی دعوت دے رہا ہے اسے بغیر کسی پس و پیش کے قبول کرو۔ (باقی ص:22 پر)

آپ کے مسائل اور ان کا حل

فرماتے ہیں مفتیانِ دین/سوال آپ بھی کر سکتے ہیں

درِ مختار کی ایک عبارت کی توجیہ

کیا فرماتے ہیں علماے کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ میں کہ دُرِ مختار کی اس عبارت کی کیا توجیہ ہے؛

"قال ... استمال الملاهی معصية الجلوس فسق والتلذّذ بها كفر أي بالنعمة." تشریح فرمادیں اور "بها كفر بالنعمة" کی بالخصوص وضاحت فرمادیں۔ فقط والسلام۔

الجواب الملفوظ : یہاں "كفر بالنعمة" کا مطلب ناشکری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی نعمت سے نوازا تو اس کا تقاضا یہ تھا کہ اس پر ہم اللہ کا شکر ادا کریں اور اگر اس کے خلاف بیٹھ کر گانا سنیں، باجا سنیں تو یہ اللہ کی ناشکری ہے۔ اردو میں ناشکری اور اس کا معنیٰ بیان کرنے کے لیے عربی میں "كفر بالنعمة" کا لفظ آتا ہے۔

یہاں "كفر بالنعمة" کا معنیٰ ناشکری ہے۔ وہ کفر مراد نہیں ہے جس سے آدمی ایمان سے نکل جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

وہاٹس ایپ وغیرہ کی ڈی پی میں فوٹو لگانا کیسا ہے؟

کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیانِ شرعِ متین مسئلۂ ہذا میں کہ وہاٹس ایپ کی ڈی پی یا اسٹیٹس وغیرہ پر جاندار مثلاً پیر، بزرگ یا کسی شخص کا فوٹو لگانا اور غیر جان دار مثلاً مقامات متبرکہ کا فوٹو یا درخت، پھول، پہاڑ وغیرہ کا فوٹو لگانا کیسا ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب الملفوظ: جان دار کا فوٹو یا کسی انسان کا فوٹو، پیر صاحب کا ہو یا مریدوں کا ہو، اور پیر صاحب زندہ ہوں یا فوت ہو چکے ہوں، ہر حال میں ان کا فوٹو لگانا، فوٹو بنانا، اس کو عزت کے ساتھ رکھنا، یہ سب ناجائز و گناہ ہے۔ اس سے پرہیز ضروری و واجب ہے۔ ہرگز ایسا نہ کیا جائے۔

ہاں اولیاء اللہ کے مزارات کے فوٹو دیے جا سکتے ہیں۔ پیڑ پودوں، پھولوں اور عمارتوں اور مقامات مقدسہ کی تصویریں دی جا سکتی ہیں، اس میں کوئی مضایقہ نہیں ہے، مگر جان دار کی فوٹو یا تصویر دینا یہ ناجائز ہے، اس میں گناہ ہے۔ جس سے پرہیز کرنا واجب ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

شیئر بازار سے متعلق اہم مسائل

کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیانِ شرعِ متین مسئلۂ ذیل میں:

ایک مفتی صاحب سے سوال ہوا شیئر بازار میں پیسے لگانا اور اس کا شیئر خریدنے کا کاروبار کہاں تک درست ہے اور اس کاروبار کے کرنے والوں سے تعلقات رکھنا کیسا ہے؟

اس کے جواب میں مفتی صاحب نے کہا: سب سے پہلے آپ کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ آپ جس کمپنی کے شیئر خرید رہے ہیں، اس کے کاروبار کے طریقے کی تحقیق کر لیں اگر کاروبار وہاں حلال طریقے سے ہوتا ہے، کسی حرام مال کی ترسیل نہیں ہوتی، شرعی حدود کی رعایت کرتے ہوئے مکمل کاروبار حلال طریقے پر ہوتا ہے تو بلاشک و شبہہ اس میں شرکت کی جا سکتی ہے، اس کے شیئر خرید سکتے ہیں، ہاں اس میں کچھ حدود اور شرعی ذمہ داریاں ہیں:

(1)- اگر آپ کسی بروکر کے ذریعہ شیئر خرید رہے ہیں اور وہ آپ کو اس طرح بیچتا ہے کہ مقررہ مدت تک آپ نے رقم ادا نہیں کی تو زیادہ رقم دینی ہوگی، تو اس طریقے سے بچنا ہوگا۔

(2)- شیئر آپ قبضہ میں لینے کے بعد ہی فروخت کر سکتے ہیں، یعنی اس کے پورے طور پر ضامن ہونے کے بعد ہی فروخت کر سکتے ہیں۔

اگر مذکورہ طریقے پر کاروبار کیا تو شرعی اعتبار سے شیئر کا معاملہ کرنا بالکل درست اور جائز ہے۔

اور اگر ناجائز طریقے سے کوئی کاروبار کرتا ہے یا اس کمپنی میں

حرام چیزوں کی ترسیل ہوتی ہے تو بلا شک و شبہہ اس کو اختیار کرنا ناجائز ہے، اس سے بچنا چاہیے۔

گویا شیئر بازار میں شرکت مطلقاً جائز بھی نہیں اور مطلقاً ناجائز بھی نہیں، اس کی کچھ شرعی حد بندیاں ہیں جو ان کی رعایت کرے گا اس کے لیے جائز اور جو ان کو پھلانگے گا اس کے لیے ناجائز۔ ہمارے علما نے جو اسے مطلقاً ناجائز بتایا، اس کی وجہ یہ ہے کہ کمپنی کے کاروبار سے وہ خوب آگاہ نہ ہو سکے۔

جو جائز طریقے سے کاروبار کر رہا ہے اس سے تعلقات میں کوئی حرج نہیں اور جو حرام طریقہ اختیار کرے اس سے روکنے کی نیت سے دوستی ناجائز ہے اور اس کے ساتھ اس طرح کھانا پینا کہ اس کی حوصلہ افزائی ہو، جائز نہیں ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا مفتی صاحب کا بیان کردہ مسئلہ درست ہے یا نہیں؟

اس طرح کے چند ویڈیوز ہمارے سنی مفتیان کرام اور علماے کرام کے یوٹیوب پر موجود ہیں جس سے عوام کنفیوژن کا شکار ہیں۔ ایسے تو شیئر مارکیٹ ناجائز ہے مگر کیا اس میں کوئی جواز کا پہلو نکل سکتا ہے؟

الجواب: عدم جواز کی وجہ سود ہے شیئر بازار میں کاروبار سے ممانعت کی بنیاد یہی ہے، ورنہ یہ تو سب جانتے ہیں کہ مالِ حرام ہو مثلاً خنزیر یا خمر یا مردار ہو تو اس کا کاروبار مسلمان کے لیے حرام ہے اور مالِ حلال ہو مثلاً بکری، شربت، مذبوح مرغ وغیرہ تو اس کا کاروبار حلال ہے، ساری دنیا میں مسلمانوں کا عمل اسی پر ہے، یہ بتانے کی ضرورت نہیں۔ شیئر کمپنی تین طرح کے معاملات کے پہیے پر گردش کرتی ہے، ایکویٹی شیئر، پریفرنس شیئر، قرض تمسکات، ان میں پریفرنس شیئر اور قرض تمسکات تو سودی ہی ہوتے ہیں ان معاملات کی بنیاد میں سود داخل ہیں اور ایکویٹی شیئر شہر میں سود تو نہیں ہوتا، لیکن اس کے شیئر ہولڈرس جو کمپنی کے مالکان ہوتے ہیں اور وہ قرض تمسکات والوں اور پریفرینس شیئر داروں کے سود اپنے ملازمین کے ذریعہ ادا کرتے ہیں جو بلا شبہ حرام ہے، اس لیے ہم اس سے بچنے کا حکم دیتے ہیں، اور جب تک سود سے یہ آلودگی پائی جائے گی حرمت کا حکم برقرار رہے گا جیسا کہ کتاب و سنت کے نصوص میں اس کا ذکر واضح الفاظ میں ہے۔

ایسا نہیں کہ متاع خرید و فروخت کی وجہ سے اس سے بچنے کا حکم ہو، وہ تو سب جانتے ہیں کہ متاع حرام ہے تو معاملہ حرام ہے اور متاع حلال ہے تو معاملہ حلال ہے، مثلاً چاول، آٹا، دال، سبزی وغیرہ حلال اشیا کا کاروبار اصالۃً جائز ہے تو وہ جائز ہی ہے، وہ کیوں حرام ہوگا اور کوئی بھی صاحب علم اسے کیوں حرام کہے گا، کیا جب کوئی محقق وقت بتائے گا تب دنیا اسے حلال سمجھے گی، مطلقاً ممنوع ہونے کی اصل وجہ وہ ہے جو اوپر بیان ہوئی۔ اس میں میری نگاہ میں جواز کا کوئی گوشہ نہیں۔

اگر کوئی صاحب علم اس میں جواز کا کوئی گوشہ بتائیں، یا یہ واضح فرمائیں کہ کمپنی کا طریق کار بدل کر اسے سود کی آلودگی سے پاک کر دیا گیا ہے تو ضرور ایکویٹی شیئر کے جواز کا حکم جب کہ مالِ متاع حلال ہو، مگر ہمیں ابتک ان دونوں باتوں سے آگاہی نہیں ہو سکی ممکن ہے کسی صاحب اطلاع کو معلوم ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر کہنا کیسا ہے؟

کیا اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر "کہنا ناجائز ہے؟ اس سے مستفاد ہے کہ "اللہ کی نظر میں" یا "رب کی نظر میں" کہنا بھی ناجائز ہونا چاہیے؟ بعض اہل علم کے کلام میں اس کا استعمال دیکھا گیا ہے۔ کیا یہ احتیاط کے منافی ہے یا یہ جائز ہے۔

الجواب: یہ لفظ محل احتیاط تو ہے، مگر ہر باریکی سب کی نگاہ میں نہیں ہوتی، "نظر رحمت" میں کوئی مضائقہ نہیں اور باب تاویل کشادہ ہے۔

کسی فقیہ کے کلام میں اللہ عزوجل کے لیے لفظ نظر ہو اور قرینہ مقام تاویل رحمت کا مقتضی نہ ہو تو یہ عدم التفات کے باعث ہے جو لغزش فکر و قلم ہے۔

اور اگر کسی عام صاحب علم کی بات ہے، تو بارگاہ الٰہی کے ادب لطیف سے ناواقفی اس کا سبب ہو سکتی ہے، انھیں آگاہ کیا جائے تاکہ وہ رجوع کر سکیں۔

جو فقیہ وسیع النظر، معتمد و مستند ہو اور اس طرح کی لغزش ہو جائے تو اس سے صَرف نظر کیا جائے، اس طرح کا کلام کسی کا حجت نہیں ہوتا۔ اور کلام عام اہل علم یا عوام کا ہو تو نرمی کے ساتھ تفہیم و اصلاح کی جائے تاکہ بارگاہ الٰہی میں وہ اپنی فروگزاشت کا اعتراف، ورجوع کر سکیں اور آئندہ بچیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم ☆☆☆

فکرامروز

اسلام میں پردہ ـــ ایک جائزہ

ابوزنیرہ چشتی

مغربی ذہنیت نے اسلام کو بدنام کرنے اور اسلامی تعلیمات کو ترقی، تہذیب اور عصر حاضر کے تقاضوں سے متصادم ثابت کرنے کے لیے جن موضوعات کو پوری قوت اور منصوبہ بندی کے ساتھ عالمی سطح پر بحث و مباحثہ اور تنقید کا عنوان بنایا ان میں ''عورت اور پردہ'' خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے۔ جدید ذرائع ابلاغ بروے کار لاتے ہوئے ذہن و فکر اور زبان و قلم کی تمام توانائیوں کو یہ ثابت کرنے کے لیے لگا دیا گیا کہ اسلام عورت کی تعمیر و ترقی، سماج میں اس کی باوقار حیثیت، خود کفیلی اور آزادی کی راہ میں زبردست رکاوٹ ہے جو عورت کو گھر کی چہار دیواری میں قید کرکے اس کے دائرہ عمل کو محدود کر دیتا ہے اور ان پر پردہ اور حجاب جیسی دقیانوسی تہذیب مسلط کرکے آزاد فضا میں سانس لینے کا حق نہیں دیتا۔

یہ ایک منظم پروپیگنڈہ تھا جسے اسلام مخالف حکومتوں کے تعاون اور سرپرستی میں اپنے بال و پر پھیلانے کا موقع ملا، آوارہ ذہنوں ،اور عیاش فکروں نے اتنے دل کش ،جاذب اور عورت کی نفسیاتی کمزوریوں کو سامنے رکھ کر اس مہم کا آغاز کیا کہ دنیا کی اچھی خاصی آبادی اس پروپیگنڈہ کا شکار ہوئے بغیر نہ رہ سکی، جس کا قابل افسوس پہلو یہ ہے کہ مغرب کی اس ذہن سازی سے جہاں دیگر قومیں اسلام کو دقیانوسیت سے ہم آمیز کرکے دیکھنے لگیں وہیں اسلام کے ماننے والوں کو بھی دین اسلام کی ابدی، فطرت سے ہم آہنگ اور کائنات کی حقیقتوں پر استوار تہذیب اور نظام حیات کے بجائے مغرب کی ناقص اور حیاسوز ثقافت میں خواتین کی عظمت اور ان کی ہمہ جہت ترقی کے راز، سربستہ نظر آنے لگے۔ اسی عالمگیر سازش کا نتیجہ ہے کہ حجاب اور پردے کے اسلامی تصور کے خلاف جہاں غیروں کے اندر نفرت کے جذبات پائے جاتے ہیں وہیں مغرب کی مرعوبیت نے تہذیب جدید کے دلدادہ مسلمانوں کو، دبی زبان میں سہی، پردے کے خلاف لاکر کھڑا کر دیا ہے، یہ اور بات ہے کہ اس مخالفت کے پیچھے ٹھوس شواہد، ناقابل انکار حقیقتیں اور مستحکم بنیادوں کے بجائے جذباتیت، سطحیت اور بے لگام فطرت ہی اپنا کام کر رہی ہے۔

پردے اور حجاب کا انکار کرنے والے پوری قوت کے ساتھ سادہ لوح ذہنوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ پردہ کی روایت دین کے نام نہاد ٹھیکیداروں کی اپنی ایجاد ہے جس کا ثبوت قرآن و حدیث میں کہیں نہیں ہے، عورتوں کو گھروں میں قید کرنے اور معاشرے کے مرکزی دھارے سے کاٹنے کے لیے اس رسم کو اسلام کے نام پر فروغ دیا گیا تاکہ عورتوں کی ساری فطری صلاحتیں پردے اور حجاب کی سیاہ دیواروں پر سر پٹک پٹک کر اپنا دم توڑ دیں اور یوں ہر میدان میں مردوں کی بالادستی کا تصور برقرار رہ سکے۔ یہ وہ خوبصورت جملے اور جذبات انگیز باتیں ہیں جن پر غیر مشروط ایمان لاکر وہ مسلم خواتین جن کا اسلام سے تعلق محض خاندانی جہت سے ہے، اپنے سروں سے عفت کی چادریں نوچ کر غیروں کی گود میں جاکر بیٹھ رہی ہیں۔

یہاں پہنچ کر یہ بات عرض کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ اسلام دنیا کا وہ واحد مذہب ہے جس کی تعلیمات کا کوئی حوالہ پوشیدہ نہیں ہے اور نہ ہی اس کی تعلیمات کے حقوق چند طبقات کے حق میں محفوظ ہیں جسے بنیاد بنا کر اسلام کے کسی قانون کے غیر معتبر اور من گھڑت ہونے کا تصور قائم کیا جائے، بلکہ اسلامی دستور کے دو مستند ماخذ قرآن اور حدیث چودہ سو سال سے من وعن نہ صرف موجود ہیں بلکہ ہر شخص کی دسترس میں ہیں جنہیں سامنے رکھ کر ہر شخص اسلامی تعلیمات کے ہر پہلو سے خود واقف ہو سکتا ہے، اب ایسے میں یہ الزام نہایت مضحکہ خیز معلوم ہوتا ہے کہ پردہ کی رسم اسلام کی نہیں بلکہ مولویوں کی فکری دقیانوسیت کی زائیدہ ہے۔ مندرجہ ذیل سطور پر پردے کے حوالے سے قرآن و حدیث سے کچھ شواہد لانے کی کوشش کی گئی ہے جس کے تناظر میں بہت سے شکوک و شبہات اور کج فہمیوں کا جواب تلاشا جا سکتا ہے۔

پردے کا قرآنی تصور: سب سے پہلے تو یہ جان لیں کہ ستر اور حجاب شریعت میں دو الگ الگ مفہوم کی طرف اشارہ کرتے ہیں،

ستر کا تعلق عورت یا مرد کے ان اعضا اور جسم کے ان حصوں سے ہے جن کا چھپانا محرم و غیر محرم سب کے سامنے ضروری ہے جب کہ حجاب پردے کے مزید اہتمام کا نام ہے جس کا مطالبہ عورت کے گھر سے باہر کسی ضرورت سے نکلتے وقت کیا جاتا ہے، جہاں غیر محرم اور اجنبی مردوں کے درمیان گزرنا ناگزیر ہو۔ اس فرق کو سمجھ لینے کے بعد پہلے نبی کریم ﷺ کی مندرجہ ذیل حدیث ملاحظہ فرمائیں جس میں عورت کے ستر کی حدود کی نشاندہی کی گئی ہے، چناں چہ ارشاد فرماتے ہیں:

یا اسماء ! ان المراۃ اذا بلغت المحیض لم یصلح ان یریٰ منھا لا ھٰذا و ھٰذا و اشار الیٰ وجھہٖ و کفیہ. (الحدیث)

ترجمہ: اے اسما! جب عورت بالغ ہو جائے تو درست نہیں کہ اس کے جسم میں سے کچھ دیکھا جائے سوائے ان دو اعضا کے۔ یہ فرما کر آپ نے ہتھیلیوں اور چہرے کی طرف اشارہ فرمایا۔

اس حدیث پاک میں بالغہ عورت کے ستر کا بیان ہے کہ بالغہ عورت کو ہاتھ کی ہتھیلی اور چہرے کے علاوہ جسم کا کوئی ظاہر کرنا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ ان دو اعضا کے علاوہ بالغہ عورت کا پورا بدن ستر میں داخل ہے۔ چہرہ کھولنے کی اجازت گھر تک محدود ہے، گھر کے باہر اگر کسی ضرورت سے جانا پڑ جائے تو اس کی اجازت تو دی گئی ہے مگر اس کے لیے عورت کو حکم ہے کہ ستر کے علاوہ پردے کا مزید اہتمام کرے یعنی چہرہ بھی چھپا لے اور یہی حجاب ہے جس کا بیان پوری وضاحت کے ساتھ قرآن میں ملتا ہے چناں چہ ارشاد ربانی ہے:

" یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۵۹﴾ "(الاحزاب 59)

ترجمہ: اے نبی! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مسلمان عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادر کے گھونگھٹ ڈال لیا کریں، اس سے توقع ہے کہ پہچان لی جائیں گی اور انہیں ستایا نہیں جائے گا۔

اس آیت میں چہرہ ڈھکنے کا حکم دیا گیا جس کا تعلق حجاب سے ہے مگر صرف چہرہ ڈھک لینے سے حجاب کا اسلامی تصور مکمل نہیں ہوتا ہے بلکہ قرآن حجاب کے مزید تقاضوں کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے فرماتا ہے:

"وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ یَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ لْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُیُوْبِهِنَّ ۪ وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآىِٕهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآىِٕهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآىِٕهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۪ وَ لَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ ؕ "(النور:31)

ترجمہ: اور مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنا سنگھار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ یا شوہروں کے باپ یا اپنے بیٹے یا شوہروں کے بیٹے یا اپنے بھائی یا اپنے بھتیجے یا اپنے بھانجے یا اپنے دین کی عورتیں یا اپنی کنیزیں جو اپنے ہاتھ کی ملک ہوں یا نوکر بشرطیکہ شہوت والے مرد نہ ہوں یا وہ بچے جنہیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہیں اور زمین پر پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ جانا جائے ان کا چھپا ہوا سنگھار۔

ان آیات میں خواتین کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی زینت اور بناؤ سنگار غیر محرم پر ظاہر نہ ہونے دیں حتیٰ کہ اس قدر احتیاط کریں کہ اپنے پیر زمین پر اتنی زور سے نہ رکھیں کہ کسی کو ان کی زینت اور آرائش کی بھنک بھی لگے۔ حجاب کے اس قدر اہتمام کے بعد بھی غیر محرموں سے آزادانہ اختلاط کی گنجائش نہیں ہے بلکہ اگر غیر محرم مرد سے بات کرنا ناگزیر ہو جائے تو قرآن میں اس کا بھی طریقہ بتایا گیا ہے، چناں چہ ارشاد خداوندی ہے:

"یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾ "

ترجمہ: اگر اللہ سے ڈرو تو اتنے نرم انداز میں بات نہ کرو کہ دل کا روگی کچھ لالچ کرے۔

قرآن و حدیث میں ستر اور حجاب کے تعلق سے جو ارشادات مختلف مقامات پر وارد ہوئے جب ہم ان سب کڑیوں کو آپس میں

ترتیب سے رکھتے ہیں تو حیرت انگیز طور پر پردے کی وہی صورت ابھر کر سامنے آتی ہے جسے ہمارے یہاں نقاب یا برقع کا نام دیا جاتا ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ: برقع اور نقاب کے موضوع پر جب بھی بات ہوتی ہے تو سادہ لوح خواتین قرآن میں نقاب اور برقع جیسے الفاظ تلاشنے لگتی ہیں اور من وعن ان الفاظ کو نہ پانے کی صورت میں ان کے اندر بے یقینی اور برقع و نقاب کو لے کر عدم اعتماد کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ برقع یا نقاب اپنی موجودہ ساخت کے ساتھ عورت کے لیے ضروری نہیں ہے بلکہ صرف ایسا لباس ضروری ہے جس سے کہ حجاب کے قرآنی مطالبات کی تکمیل ہو جاتی ہو جس کی آسان شکل برقع اور نقاب کی بنتی ہے جو پردے اور حجاب کے اسلامی تصور کی بہترین نمائندگی کرتے ہیں۔ اب اگر کسی کو برقع اور نقاب کی موجودہ شکل و ہیئت پر اعتراض ہے تو اسے پوری اجازت ہے کہ وہ کوئی دوسرا لباس زیب تن کر لے جو پردے کے جملہ تقاضوں کو پورا کرتا ہو۔ لہٰذا کچھ لوگوں کی طرف سے یہ اعتراض کرنا کہ برقع یا نقاب کا ذکر قرآن میں نہیں ہے، لغو اور پردے کے مفہوم کو نہ سمجھ پانے کا نتیجہ ہے۔

عہد نبوی میں پردے کا اہتمام: پردے کے اسلامی تصور کو کمزور اور غیر ضروری ثابت کرنے کے لیے ایک خاتون صحافی کی طرف سے یہ ریمارک سننے کو ملا کہ: ”پتہ نہیں حجاب و برقع کہاں سے آگیا، میں نے تو اپنی نانی اور دادی کو کبھی برقع میں نہیں دیکھا“ جسے سننے کے بعد صرف اتنا کہا جاسکتا ہے کہ

اس سادگی پر کون نہ مرجائے یا خدا

یہ تو ایسا ہی ہے کہ کوئی طوائف کا بچہ شادی شدہ خاتون پر اعتراض کرتے ہوئے یہ ترک پیش کرے کہ میں نے تو اپنی ماں کو کبھی ایک مرد کا پابند نہیں دیکھا، پھر یہ ایک ہی مرد کو زندگی بھر ڈھونے اور اس کے آگے پیچھے گھومنے کا کیا مطلب؟ ظاہر سی بات ہے کہ ایسی اوچھی دلیلوں پر سر پیٹ لینے کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا جاسکتا ہے، کسی گھر کی حیا باختہ عورتیں اگر حجاب جیسی مقدس روایت کو عذاب تصور کریں تو ان کے عمل کی بنیاد پر حجاب اور پردے کی اسلامی روایت اور فرضیت پر خط تنسیخ تو نہیں کھینچا جاسکتا ہے۔ اسلام میں جن خواتین کے عمل کو دلیل بنایا جاسکتا ہے وہ عہد نبوی کی صحابیات ہیں جنہوں نے اپنی ہر خواہش کو خدا اور رسول کے احکامات کے تابع کر رکھا تھا، جب ہم ان مقدس خواتین کے اوراق پلٹتے ہیں تو وہاں پردے اور حجاب کی روایت اپنی کامل صورت میں چمکتی ہوئی نظر آتی ہے چناں چہ:

عہد نبوی میں اسلام کی مقدس اور عفت مآب خواتین کے یہاں پردے کا اہتمام کس حد تک مزاج کی تہ میں راسخ ہو چکا تھا اس کی ایک جھلک ہمیں حضرت ام خلاد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درد انگیز واقعہ میں ملتی ہے کہ جب وہ اپنے جواں سال شہید بیٹے کی کیفیات دریافت کرنے کے لیے پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس انداز میں حاضر ہوئیں کہ ان کا پورا جسم پردے میں چھپا ہوا تھا، ظاہر سی بات کہ جواں سال بیٹے کی موت ایک ماں کی زندگی کا سب سے عظیم حادثہ ہوتا ہے جو اس کے جذبات اور ذہن و فکر کو بری طرح متاثر کرتا ہے اور اس غم میں ماں اپنی سدھ بدھ تک کھو بیٹھتی ہیں جہاں کھانے پینے اور کپڑوں کی سلیقہ مندی کا خیال تک نہیں رہتا ہے، مگر حضرت ام خلاد رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس عظیم غم کو اپنے سینے میں دبائے پردے کی خاص اہتمام کے ساتھ حاضر ہوئیں تو ایک صحابی رسول عمومی حالات کے پس منظر میں ان کے اس انداز سے تعجب ہوا جس پر وہ بول اٹھے کہ: جوان بیٹا شہید ہونے کے بعد بھی پردے کا یہ اہتمام؟ کہ یک سر موفرق نہیں، حضرت ام خلاد نے یہ بات سنی تو تاریخ کا وہ عظیم جملہ ارشاد فرمایا جو آج بھی مسلم خواتین کے ٹھنڈے پڑتے جذبات میں گرماہٹ پیدا کر دیتا ہے کہ: ”ان ارزأ ابنی فلن ارزأ حیائی“۔ ترجمہ: ”میں نے اپنا بیٹا کھویا ہے، اپنی حیا نہیں کھوئی“ (ابوداؤد)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورتوں کو حیا، پردہ اور حجاب کی جو تعلیم دی تھی اسے عہد نبوی کی پاکیزہ فطرت خواتین نے اپنی زندگی میں پورے اہتمام کے ساتھ برتا، عمل کیا اور آنے والی نسلوں کے لیے اپنی سیرت اور کردار کے وہ نقوش چھوڑ کر گئیں جو رہتی دنیا تک صراط مستقیم اور محترم زندگی کا پتہ دیتے رہیں گے۔ اسلامی بہنیں یاد رکھیں کہ انہیں اکیسویں صدی کی کسی لیڈی صاحبہ کی نہیں بلکہ عہد نبوی کی خدا رسیدہ صحابیات کی زندگی کو دیکھ کر اپنے مذہبی تصورات کا رخ متعیّن کرنا ہوگا، اسی میں ان کی ایمان کی سلامتی کا راز مضمر ہے۔

حجاب کی مخالفت: پردے کی مخالفت کرنے والی ملحد اور خدائی قوانین سے بیزار عورتیں دوسروں کو اپنا ہم نوا بنانے کے لیے جس طرح کے خوش نما نعرے بلند کرتی ہیں اس کی صدائے بازگشت

کبھی کبھی مسلم خواتین کی زبانوں پر سنائی دینے لگتی ہے مندرجہ ذیل سطور میں انہیں گمراہ کن باتوں کا اختصار کے ساتھ جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے۔

میرا جسم میری مرضی: پردے کے موضوع پر قومی اور ملکی سطح پر ہونے والے مباحثوں میں جس چیز کا طمطراق انداز میں ذکر کیا جاتا ہے وہ عورت کی شخصی آزادی "میرا جسم میری مرضی" یہی وہ خوشنما نعرہ ہے جسے سننے کے بعد عورت کو پردہ جیسی مقدس اور عزت وعصمت کی محافظ چیز ایک مکروہ پابندی نظر آنے لگتی ہے، اسے لگتا ہے کہ کوئی دوسرا یہ طے کرنے والا کون ہوتا ہے کہ میں کیا پہنوں اور کیا نہ پہنوں؟ اور جذبات کا یہ وہ مرحلہ ہے جب اس کی نگاہوں سے یہ پہلو اوجھل ہوجاتا ہے کہ ہر شخص آزاد ہے مگر آزادی کا مفہوم انارکی اور خود کو قانوں سے بالاتر رکھنا نہیں ہے بلکہ قانون کے دائرے میں رہنا ہی آزادی کا مترادف ہے۔ کیا ہندوستانی ہونے کے تناظر میں آزادی کا یہ مطلب بیان کیا جاسکتا ہے کہ کوئی شخص دستور ہند کا پابند اس لیے نہیں ہے کہ وہ اس کی شخصی آزادی سے لگا نہیں کھاتا؟ نہیں اور ہرگز نہیں تو پھر مسلمان ہونے کے ناطے آزادی کا یہ مفہوم بھی بیان کرنے کی جسارت کسی کو نہیں کرنی چاہیے کہ ایک مسلمان اسلامی قوانین کا پابند نہیں ہے۔ جس طرح ہندوستانی ہونے کا اقرار ایک شخص کو دستور ہند کا پابند بنا دیتا ہے خواہ وہ اس کی اپنی خواہشات کے مطابق ہو یا نہ ہو اسی طرح مسلمان ہونے کا اعتراف بھی ایک مسلمان کو خواہ مرد ہو یا عورت، اسلامی قوانین کا پابند بنا دیتا ہے۔ اور اگر کسی کے نفس پر یہ پابندیاں شاق گذرتی ہیں تو ان سے چھٹکارے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ انسان اپنے وطن یا مذہب سے دست برداری کا اعلان کردے۔۔۔ وبس

حقیقت یہ ہے کہ مسلمان اور خدا و رسول پر ایمان لانے کے ناطے نہ ہم آزاد ہیں اور نہ ہی آزادانہ زندگی گذارنے کے لیے ہمیں بھیجا گیا ہے، قرآن کریم میں اس رمز کو اس طرح سمجھایا گیا ہے:

"اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ" (التوبہ:111)

بیشک مومنوں کے جان ومال اللہ نے خرید لیے ہیں جس کے بدلے انہیں جنت عطا کی جائے گی۔

نیز حدیث میں نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

"لا یؤمن احدکم حتیٰ یکون هواه طبعا لم جئت به"

ترجمہ: تم اس وقت تک مومن ومسلمان نہیں ہوسکتے جب تک کہ تمھاری خواہش اور طبیعت، میری شریعت کے مطابق اور اس کی تابع نہ ہوجائے۔

قرآن وحدیث کو سامنے رکھ ہم یہ نتیجہ بہت آسانی سے نکال سکتے ہیں کہ ایک مومن دنیا میں آزاد نہیں ہے بلکہ وہ زندگی کہ ہر مرحلے میں اپنے خدا اور رسول کے حکم کا پابند ہے۔ ایک مسلمان کو یہ حق تو کہ وہ پردے کے متعلق یہ جاننے کی کوشش کرے کہ آیا پردہ اسلام کا حصہ ہے یا نہیں ہے؟ لیکن یہ حق اسے نہیں ہے کہ اسلام میں پردہ کا حکم واضح ہوجانے کے بعد اپنی شخصی آزادی اور آوارہ طبیعت کی دہائی دے کر اسے مسترد کرنے کی کوشش کرے، اس لیے کہ قانون کی زبان میں اس رویے کو آزادی کے بجائے انارکی، بغاوت اور سرکشی جیسے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

میں دل سے مسلمان ہوں... حجاب سے نہیں:

کرناٹک کی سرزمین پر درپردہ فسطائی اور تخریب پسند طاقتوں کے اشارے پر مسلم طالبات کے حجاب اور نقاب پہننے کو لے کر جو ہنگامہ آرائی کی گئی اس سے جہاں ایک طرف غیرت مند مسلمانوں کے درمیان اضطراب وبے چینی کی لہر محسوس کی گئی وہیں دوسری طرف ایسے ذہنوں سے متعارف ہونے کا بھی موقع ملا جو اپنی کم علمی، اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت اور ملحدانہ ماحول میں پرورش پانے کی وجہ سے پردہ اور نقاب کے خلاف غیر مہذب اشتعال میں مبتلا نظر آئے جس کا ایک چہرہ کشمیر کی اس جواں سال لڑکی کا بھی ہے جس نے اپنی بے پردگی کا جواز فراہم کرنے کے لیے یہ خوش نما جملہ پیش کیا کہ: "میں دل سے مسلمان ہوں... حجاب سے نہیں"۔

وقتی طور پر اس طرح کے جملے بول کر اپنے اسلام مخالف رویے اور مذہب بیزار طریقہ زندگی کے تئیں دل کو تسکین تو دی جاسکتی ہے مگر اسلامی مزاج کو اپنی خود ساختہ فکر کے سانچے میں نہیں ڈھالا جاسکتا ہے۔ قرآن وحدیث کا سرسری مطالعہ کرنے والا بھی جانتا ہے کہ ایمان اور اسلام کی تکمیل کے لیے دو مرحلوں سے گذرنا ضروری ہوتا ہے جس میں ایک کا بیان قرآن کریم نے اکثر مقامات پر: "یایها الذین آمنوا" سے کیا ہے جب کہ دوسرے کا اظہار: "و عملوا الصالحات" سے کیا گیا ہے۔ جس کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ کامل مسلمان ہونے

کے لیے جہاں دل سے اسلامی عقائد کا اقرار ضروری ہے وہیں عملی سطح پر اسلامی تعلیمات کی اتباع بھی ایمانی تکمیل کے لیے جزلاینفک کا درجہ رکھتی ہے۔

قرآن کے اس قدر واضح اور روشن بیان کے ہوتے ہوئے ایمان اور مسلمان ہونے کی من مانی تعبیر و توضیح کو فکری آوارگی اور ذہنی بے راہ روی ہی قرار دیا جاسکتا ہے۔ ہمیں صاف طور پر یہ بات سمجھ لینا چاہیے کہ اسلام، دیگر خود ساختہ مذاہب کی طرح چند رسوم و رواج کی ادائے گی کا نام نہیں ہے بلکہ اسلام مکمل نظام حیات کا نام ہے، ایک ایسا نظام جسے خالق فطرت نے اپنے بندوں کی دنیوی اور اخروی فلاح و کامرانی کے لیے قائم کیا ہے، مسلمان ہونے کا مطلب خود کو اسی نظام حیات کا پابند بنانا ہے، حجاب سے جی چرانے کے لیے دل اور جسم کا بچکانہ فلسفہ پیش کرنا اصل میں اسلامی مزاج سے بغاوت اور فرار کی چغلی کھا رہا ہے۔ ہمیں کبھی بھی یہ نکتہ فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ تہذیب و تمدن کا جو معیار اسلام نے قائم کیا ہے وہ دوسروں کے تہذیبی تصور سے یکسر مختلف ہوسکتا ہے، جس سے مرعوب ہونے کی ضرورت نہیں ہے، دنیا چاہے جس تہذیب کی راہ چلے مگر:

ہمیں ہے حکم اذاں لاالٰہ الااللہ

اسلامی تعلیمات کا فلسفہ بندے کی کامل خود سپردگی پر استوار ہے، پردہ اسی جذبہ خود سپردگی کا مظہر اور علامتی نشان ہے، جب ایک عورت اپنے حسن و ادا کے تمام دل فریب جلووں کو صرف اس لیے پردے کے حصار میں قید کرلیتی ہے کہ اسے پیدا کرنے والے خالق و مالک نے اس کے حسن کو اس طرح بے حجاب ہونے کی اجازت نہیں دی ہے، خدا و رسول کے حضور خود سپردگی اس پاکیزہ جذبہ کے بغیر عبدیت کا مفہوم کبھی مکمل نہیں ہوسکتا ہے۔ جو اسلامی فلسفہ کی روح سے آشنا ہیں وہ اسلامی تعلیمات کے ہر رخ میں اپنے خالق کی رضا تلاش کر عمل پیرا ہوجاتے ہیں، زمانے کی چکاچوندھ، ملحدانہ فکریں اور شخصی خواہشات ان کے لیے کبھی سدراہ نہیں بنتے۔

خیرہ نہ کرسکا مجھے جلوہ دانش فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ میں خاک مدینہ و نجف

بیٹیوں کا پیغام۔۔۔۔ قائدین کے نام: عورت بازار کی زینت اور دوسروں کی جنسی تسکین کا سامان فراہم کرنے کی چیز نہیں ہے بلکہ وہ معاشرے کی معزز ترین اکائی ہے جس کی عزت اور تقدس مآبی سے ہی صالح معاشرہ کی بنیاد پڑتی ہے۔ جس طرح تہذیب و تمدن کے عصری رجحانات ایک عورت کو بے غیرتی اور فحاشیت کے ہر مظاہرے کی اجازت دیتے ہیں اسی طرح ایک عورت کو اپنے جسم کو مکمل طور پر چھپانے اور غیروں کی ہوس ناک نگاہوں سے محفوظ رکھنے بھی حق ہے جو بنیادی ہونے کے ناطے کسی قانونی چارہ جوئی اور مباحثوں کا محتاج نہیں ہے، مگر افسوس کہ حالات کے دباؤ میں مسلم خواتین کو ان کے اس بنیادی حق سے محروم کرنے کی کوشش پوری قوت کے ساتھ کی جارہی ہے جس کا، رلا دینے والا پہلو یہ ہے کہ ہماری یہ قابل فخر بیٹیاں تنہا ہی اپنے حقوق کی بازیابی کے لیے حکومت اور شر پسند عناصر سے نبرد آزما ہیں مگر وہ اپنے قائدین کی سرد مہری پر شکوہ کناں بھی ہیں، جس کا نفسیاتی اثر یہ ہے کہ مسلم قائدین، بااثر خانقاہوں اور ملت کے رہنماؤں کی مجرمانہ خاموشی ان کے حوصلوں کو پست کرکے ان کے اندر مایوسی کا احساس پیدا کررہی ہے۔

خدا لگتی کہوں تو ہمارے رہنماؤں کو حجاب کے معاملے جس طرح کی سرگرمی، تحریک، فعالیت اور گرم جوشی کا مظاہر کرنا چاہیے تھا ان کی یہ ذمہ داری غیر ارادی طور پر خود صنف نازک اپنے ناتواں کاندھے پر اٹھانے کے لیے مجبور ہے اور عقابوں کے نشیمن میں بیٹھے کوے صفت قائدین اپنی بے فیض دعاؤں کی آڑ میں اپنی بے حسی چھپانے کی ناکام کوشش کررہے ہیں۔

ایک باپردہ مسلم خاتون کا ویڈیو سوشل میڈیا کے توسط سے پورے ملک میں دیکھا گیا جو جرات مند بیٹیوں کے داخلی اضطراب اور قائدین کے تئیں پنپنے والے غم و غصہ کا عکاس ہے، جس میں صاف الفاظ میں ملت کے رہنماؤں کو آواز دی جارہی ہے کہ حجاب اور اسلامی تشخص کی حفاظت کے لیے وہ ٹھوس قدم اٹھائیں اور انہیں حوصلہ دیں، اور اگر وقت کے فرعونوں کا خوف قائدین کے قدموں کی بیڑی بنا ہوا ہے تو پھر مساجد سے پردے اور حجاب سے دست کش ہونے کا اعلان کردیں۔ یہ جملے امت کی گونگی قیادت کو جھنجھوڑنے کے لیے کافی ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان بے بس مگر جرات مند بیٹیوں کی یہ آواز قائدین کو بیدار کرپائے گی یا پھر یہ آواز بھی صدا بصحرا ہوکر کہیں کھوجائے گی۔

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کردے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

❋❋❋❋

شعاعیں

قناعت پسندی ایک نسخۂ اکسیر

حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی

قناعت پسندی اُمت مسلمہ کے لیے ہر دور میں ایک نہایت ہی پسندیدہ اور ضروری شئ رہی ہے، لیکن اس نئے زمانے میں جن معاشی مسائل نے انسانیت کے سامنے سر اٹھائے ہیں ان سے نمٹنے کے لیے قناعت پسندی ایک نسخۂ اکسیر ہے جو مہنگائی اور انسان کی معیشت سے جڑے سارے مسائل کو تھوڑے ہی عرصے میں کافور کر سکتی ہے۔

رب تعالیٰ ساری کائنات کا پیدا فرمانے والا ہے ساری مخلوق میں انسان کو اشرف المخلوق کا شرف حاصل ہوا۔ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ نے اپنی تمام مخلوق کی ضروریات کا بے شمار سامان پیدا فرمایا ہے، انسان کی بے شمار ضروریات میں ''روٹی، کپڑا اور مکان'' اول حیثیت رکھتا ہے ہر انسان اس کی تگ ودو میں لگا ہوا ہے جب کہ روزی روٹی دینے کا رب تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے:

اور زمین پر چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو۔(سورہ ہود:11، آیت6)

انسانی رزق میں رب تعالیٰ نے اعلیٰ سے اعلیٰ بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں، جن کا ذکر قرآن مجید میں جابجا موجود ہے۔

''وَالأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ''

ترجمہ: اور اس نے جانور پیدا کیے، ان میں تمھارے لیے گرم لباس اور فائدے ہیں اور ان سے تم (غذا بھی) کھاتے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اونٹ، گائے، بھینس، بکریاں وغیرہ وغیرہ جانور پید کئے، ان کی کھالوں اور اُون سے تمھارے لیے گرم لباس تیار ہوتے ہیں اور اس کے علاوہ بھی ان جانوروں میں بہت سے فائدے ہیں جیسے ان کا دودھ پیتے ہو گھی کھاتے ہو گوشت کھاتے ہو ان پر سواری کرتے ہو وغیرہ وغیرہ۔(تفسیر خازن، ج:3، ص:113)

رب تعالیٰ کی بے شمار اعلیٰ سے اعلیٰ نعمتیں حاصل ہوتے ہوئے بھی انسان نعمتوں کی بے قدری کرتا ہے، ناشکری کرتا ہے، نعمتوں کو برباد کرتا ہے نقصان کرتا ہے۔

نعمتوں کی قدر کریں، قناعت پسندی اختیار کریں: جب انسان نعمتوں کی قدر نہیں کرتا تو پھر قدرت انتقام لیتی ہے نعمتیں اُٹھالی جاتی ہیں، چھین لی جاتی ہیں اس کی بہت سی صورتیں ہوتی ہیں پیداوار ی میں کمی ہوجاتی ہے نعمتوں کا انسانی پہنچ سے دور ہو جانا نعمتوں کا زوال شروع ہوجانا وغیرہ وغیرہ۔ انسان چاہتا ہے کہ رب کی دی ہوئی نعمتیں ہمیشہ اسی کے پاس رہیں لیکن دیکھنے میں آیا ہے کہ کئی مرتبہ انسان اچانک یا دھیرے دھیرے نعمتوں سے محروم ہوجاتا ہے۔عام طور پر زوالِ نعمت کا تجزیہ مادی (غیر روحانی) حوالے سے کیا جاتا ہے جبکہ ان نعمتوں کے زوال کے بہت سے اسباب ہوتے ہیں۔ انسان کوتاہ بین ہے اسی لیے بالعموم وہ روحانی وجوہ پر غور نہیں کرتا۔ قرآن مجید کے مطالعے سے نعمتوں کے زوال اور چھن جانے کے اسباب معلوم ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ. وَقَالَ مُوسَى إِن تَكْفُرُواْ أَنتُمْ وَمَن فِي الأَرْضِ جَمِيعاً فَإِنَّ اللهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ.

ترجمہ: اور یاد کرو تمھارے رب نے اعلان فرمایا کہ اگر تم میرا شکر ادا کروگے تو میں تمہیں اور زیادہ عطا کروں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا عذاب سخت ہے۔ اور موسیٰ نے فرمایا: (اے لوگو!) اگر تم اور زمین میں جتنے لوگ ہیں سب ناشکرے ہوجائو تو بیشک اللہ بے پرواہ، خوبیوں والا ہے۔(سورہ ابراھیم:14، آیت8-7)

شکر کے فائدے: اس آیت سے معلوم ہوا شکر سے نعمت زیادہ ہوتی ہے۔

hmhashim786@gmail.com

شکر کی فضیلت اور ناشکری کی مذمت: آیت مبارکہ کی مناسبت سے یہاں شکر اور ناشکری کی حدیث ملاحظہ فرمائیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جسے شکر کرنے کی توفیق ملی وہ نعمت کی زیادتی سے محروم نہ ہوگا کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

"لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ"

یعنی اگر تم میرا شکر ادا کروگے تو میں تمھیں اور زیادہ عطا کروں گا۔

جسے توبہ کرنے کی توفیق عطا ہوئی وہ توبہ کی قبولیت سے محروم نہ ہوگا کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ"

یعنی اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

(سورہ، الشوری:42، آیت25)(در منثور، ج:5، ص9)

مہنگائی کی آگ بے قابو، حکومت بے دم: ہوش ربا مہنگائی نے جینا حرام کردیا ہے، ہر چیز کی قیمت کو آگ لگی ہوئی ہے لوگوں کے منہ سے روٹی کا آخری نوالہ تک چھینا جارہا ہے، پھل، سبزی گھی، تیل، چینی، گوشت، ادویات، گیس سلنڈر، پٹرول، ڈیزل، بس و ریل کرایہ وغیرہ سب کے سب مہنگے ہیں مگر کوئی لگام لگانے والا نہیں۔ منافع خوروں سے کوئی پوچھنے والا نہیں، خود حکومت کی پالیسیوں کی وجہ سے غریب انسان غریب تر ہوتا جارہا ہے، معیشت تباہ ہوچکی ہے۔ مالیات اور کارپوریٹ کی مرکزی وزیر محترمہ نرملا سیتارمن نے پارلیمنٹ میں اقتصادی سروے 2020-21 پیش کرتے ہوئے کہا کہ غذائی مہنگائی میں ضرور کمی آنے کی اُمید ہے۔ سروے میں کہا گیا ہے کہ ان پابندیوں میں آئندہ بھی رعایت دیئے جانے کی امید ہے۔ اقتصادی سروے PIB DELHI 29 جنوری 2021 میں کہا گیا ہے کہ خاص کر کووڈ19- وبائی مرض کے سبب اشیا کی سپلائی میں رکاوٹ آنے سے رٹیل مہنگائی پر بُرا اثر پڑا ہے۔ مہنگائی میں درج کئے گئے کل اضافہ میں غذائی اشیا کی قیمت میں اضافہ کا بہت زیادہ رول رہا ہے۔ قیمتوں میں ہورہے مسلسل اضافہ کو قابو میں رکھنے کے لیے اُٹھائے گئے مختلف قدموں کا ذکر کرتے ہوئے اقتصادی سروے میں کہا گیا ہے کہ قیمتوں کے استحکام کے فنڈ (پی ایس ایف) اسکیم کو مؤثر طریقے سے نافذ کیا جارہا ہے وغیرہ وغیرہ۔

قناعت پسندی کے ذریعے مہنگائی سے لڑیں: مہنگائی ایک ایسا لفظ ہے جس کے متعلق جب بھی پڑھا ہے یہی پڑھا ہے کہ مہنگائی بہت بڑھ رہی ہے۔ تاریخ میں شاذو نادر ہی ایسا ہوا ہے کہ مہنگائی کم ہونے کے متعلق کوئی بات ملتی ہو۔ دور حاضر کی مہنگائی تو ایک ریکارڈ توڑ مہنگائی ہے۔ پچھلے چند برسوں میں ہی روز مرہ کے استعمال کی چیزوں کی قیمتیں آسمان چھورہی ہیں، غریبوں اور مڈل کلاس کے لوگوں کا حال ابتر ہے کچھ تو ایسی بھی چیزیں ہیں جن کی قیمتیں تقریباً دُگنی یا دُگنی سے بھی زیادہ ہوگئی ہیں۔ اس ہوش ربا مہنگائی نے جہاں غریب طبقہ کے منہ اور نوالہ کے بیچ میں بہت دوری بڑھادی ہے، وہیں مڈل کلاس طبقہ کی کمر بھی توڑ کر رکھ دی ہے۔ بڑھتی ہوئی مہنگائی کا اثر ظاہر سی بات ہے کہ یہی ہوگا کہ معیشت کمزور، زوال پذیر ہوگی ہندوستانی روپیے کی قیمت کم ہوگی وغیرہ وغیرہ اور یہ آپ سب دیکھ رہے ہیں کہ ہماری کرنسی کی کیا حالت ہے۔ حالات کی ستم ظریفی دیکھیے اس ظالم مہنگائی کے دور میں کورونا نے بھی اپنے ظلم کی داستان لکھ دی اور حد تو تب ہوگئی جب بغیر پلاننگ طویل لاک ڈاؤن لگادیا گیا، لاک ڈاؤن کی مار سے نکل بھی نہیں پائے تھے کہ پھر کرونا کے نئے وائرس "اومی کرون" نے بچی کھچی انرجی کو ختم کردیا اور غریبوں کے فقر وفاقہ کے درد کو مزید گہرا کردیا۔

اس تمہید سے مراد صرف اس دور کا ایک خاکہ یا ایک جھلک پیش کرنا مقصد ہے جس میں ہم جی رہے ہیں، اس لیے کہ معاشی طور پر یہ نہایت سخت، پرآشوب اور چیلنج سے بھرا دور ہے۔

اسلام میں قناعت کی تعریف و اہمیت: قناعت کا لغوی معنیٰ قسمت پر راضی رہنا—

(1) حضرت محمد بن علی ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "قناعت یہ ہے کہ انسان کی قسمت میں جو رزق لکھا ہے اس پر اس کا نفس راضی رہے۔"

(2) اگر تنگ دستی ہونے اور حاجت سے کم ہونے پر صبر کیا جائے تو اسے بھی "قناعت" کہتے ہیں۔ رب تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

"وَأَنَّهُ هُوَ أَغْنَى وَأَقْنَى" (سورہ نجم:53، آیت48)

اور یہ کہ وہی ہے جس نے غنی کیا اور قناعت دی۔

یعنی اللہ تعالیٰ ہی لوگوں کو مال و دولت سے نواز کر غنی کرتا ہے اور قناعت کی نعمت سے نوازتا ہے۔(تفسیر روح البیان، ج:9ص،256)

حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ پرہیز گار، قناعت پسند اور گمنام بندے کو پسند فرماتا ہے۔''

(نجات دینے والے اعمال کی معلومات، ص:76)

قربان جائیے اسلامی تعلیمات پر کہ قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں بنی نوعِ انسان کو پیش آنے والے سارے مسائل و حالات کا حل نہایت ہی آسان انداز میں بتلادیا گیا ہے۔ مذہب اسلام کی انہیں جاوداں تعلیمات میں سے ''قناعت'' پسندی بھی ایک تعلیم ہے۔ ویسے تو قناعت پسندی امت مسلمہ کے لیے ہر دور میں، ہر حال میں ایک نہایت ہی پسندیدہ اور ضروری شئے رہی ہے، لیکن اس جدید دور میں انسان جن نئے نئے معاشی مسائل سے دوچار ہے ان سے نمٹنے کے لیے قناعت پسندی اک نسخہ اکسیر ہے، ایک کیمیا گری ہے جو مہنگائی اور انسان کی معیشت، اقتصادیات سے جڑے سارے مسائل کو تھوڑے ہی عرصے میں حل کر دیتی ہے کافور کر دیتی ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ ''قناعت'' کی تعریف شرعی اصطلاح میں یوں کرتے ہیں ''بندے کا دل زیادہ کی تمنا کر رہا ہو اس صورت میں بھی وہ جو تھوڑا ملا ہے اس پر راضی ہو جائے، اور جو اس کو نہیں ملا ہے اس پر وہ ماتم نہ کرے اور جو ملا ہے اس سے بے نیازی برتے۔ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات پاک میں جہاں ایک طرف قناعت کی بے مثال روشن مثالیں موجود ہیں، وہیں مختلف احادیث مبارکہ انسانی زندگی میں قناعت کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خوش نصیب ہے وہ جو شخص اسلام لایا اور ضرورت بھر سامان رکھتا ہے اور جو کچھ اللہ نے اس کو دیا ہے اس پر قناعت کرتا ہے۔(مسلم شریف)

اللہ پاک ہمیں قناعت جیسی اسلامی تعلیمات کو سمجھنے کی اور اس پر عمل کر کے ہوش ربا مہنگائی سے لڑنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

❋❋❋❋

(ص:12 کا بقیہ)- حضرت ابوبکر نے سر جھکائے ہوئے جواب دیا خدا کے رسولوں کے متعلق میں نے سنا ہے کہ جب وہ دنیا میں مبعوث ہوتے ہیں تو منصب رسالت کی تصدیق کے لیے اپنے ہمراہ کچھ نشانیاں لے کر آتے ہیں، میں بھی اپنے تئیں اطمینان قلب کے لیے کسی نشانی کا امیدوار ہوں۔

سرکار رسالت نے حضرت ابوبکر کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا: نشانیوں سے گزرنے کے بعد بھی تمھیں اب تک نشانی کی احتیاج باقی رہ گئی ہے؟ کلیسا کی اس سنسان رات کو ابھی زیادہ دن نہیں گزرے ہیں۔ یاد کرو! تمھاری داہنی کلائی کا تل دیکھ کر شام کے راہب نے تم سے کیا کہا تھا؟

میری رسالت کی تصدیق کے لیے کیا آسمانی صحائف کے وہ نوشتے کافی نہیں ہیں جنھیں رات کی تنہائی میں اس بوڑھے راہب نے تمھیں پڑھ کر سنائے تھے؟ پھر تمھاری روح کا وہ اضطراب مسلسل جس نے تمھاری آنکھوں کی نیند اڑادی ہے اور جو تمھیں غبار آلود چہرے کے ساتھ کشاں کشاں یہاں کھینچ کر لایا ہے کیا میری رسالت کے اقرار کے بغیر بھی اس کی تسکین کا اور کوئی سامان ہو سکتا ہے؟۔

فرط حیرت سے حضرت ابوبکر پر ایک سکتے کی کیفیت طاری ہو گئی، سارا وجود حقیقت کے بے نقاب جلووں میں شرابور ہو کے رہ گیا۔

جذبات کے تلاطم میں بے محابا چیخ اٹھے: اب مجھے کسی اور نشانی کا انتظار نہیں ہے، اپنی آنکھوں کے روزن سے جو ہزاروں میل کی مسافت پر پیش آنے والے واقعات کا تماشائی ہو یہ شان سوائے رسول برحق کے اور کس کی ہو سکتی ہے؟ جو عالم فانی کے مخفی امور کو بالکل مشاہدات کی طرح جانتا ہے اس کے متعلق یہ عقیدہ رکھنے میں اب کوئی تامل نہیں رہا کہ وہ عالم بالا کی حقیقتوں سے بھی یقیناً باخبر ہے۔

دل تو پہلے ہی مومن ہو چکا تھا اب زبان سے بھی اقرار کرتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور خدائے واحد کے سوا کوئی پرستش کے قابل نہیں ہے۔

اسلام کی تاریخ میں توحید و رسالت کا یہ پہلا اقرار تھا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غیب دانی کے پس منظر میں منصۂ شہود پر آیا۔ اب ذرا عقل ناہنجار کی فتنہ سامانی دیکھیے کہ جس عقیدے کو قبول کر کے تاریخ کا سب سے پہلا مسلمان عالم ظہور میں آیا وہی عقیدہ آج کے بد اندیشوں کے تئیں حلقۂ اسلام سے اخراج کا ذریعہ بن گیا ہے۔

(زلف و زنجیر مع لالہ زار، ص:173 تا ص:182)❋❋❋

ذکرِ جمیل

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حیات طیبہ کے درخشاں نقوش

محمد اعظم مصباحی مبارک پوری

حضرت طلحہ بن عبید اللہ ان خوش نصیبوں میں سے ہیں جنھیں اللہ کے رسول ﷺ نے دنیا ہی میں جنت کی بشارت عطا فرمائی۔ آپ کا شمار سابقین اولین صحابہ میں ہوتا ہے۔ بیعتِ رضوان کے موقع پر نبی کریم ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت کی، حضور علیہ السلام آپ سے بے پناہ محبت فرماتے تھے، حضور نے آپ کو اور زبیر بن عوّام کو اپنا حواری قرار دیا، بہت ہی فیاض اور جود و سخا کے پیکر تھے۔

نام و نسب:

آپ کا نام طلحہ، کنیت: ابو محمد، لقب: فیاض اور خیر ہے۔ والد کا نام عبید اللہ ہے۔ سلسلۂ نسب یہ ہے:

طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیمم مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ قرشی تیمی۔ آپ کا سلسلۂ نسب نبی کریم ﷺ کے نسب سے ساتویں پشت میں مرہ بن کعب پر مل جاتا ہے۔

والدہ کا نام صعبہ بنت عبد اللہ ہے وہ حضرمیہ ہیں۔ والدہ کی طرف سے سلسلۂ نسب یہ ہے:

صعبہ بنت عبد اللہ بن عماد بن مالک بن ربیعہ بن اکبر بن مالک بن عویف بن مالک بن الخزرج بن اباد بن صدف بن حضرموت بن کندہ۔

آپ کے نانا عبد اللہ حضرمی سے مشہور ہیں۔ والدہ بنت حضرمی سے شہرت رکھتی تھیں اور مشرف بہ اسلام ہوئیں۔

قبولیتِ اسلام:

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابتدائے اسلام میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ السابقون الاولون کے مژدۂ جاں فزا سے سرفراز ہوئے۔ آپ جب مشرف بہ اسلام ہوئے تو اس وقت سات لوگ مسلمان ہو چکے تھے، آپ آٹھویں مسلمان ہیں۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستِ مبارک پر اسلام قبول کیا۔ آپ کے اسلام لانے کا واقعہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کے واقعہ سے مشابہت رکھتا ہے۔ آپ کے صاحب زادے روایت کرتے ہیں کہ حضرت طلحہ اپنی جوانی کے زمانہ میں قافلہ قریش کے ساتھ بغرض تجارت ملک شام تشریف لے گئے۔ جب قریش کا قافلہ شہر بُصریٰ پہنچا تو تجربہ کار تاجر نہایت تیزی سے بُصریٰ کے بازار میں تجارت کرنے میں مشغول ہو گئے اور آپ نوجوان تھے اور تجارت کا بہت زیادہ تجربہ بھی نہیں رکھتے تھے، اس لیے پیچھے رہ گئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن بُصریٰ کے بازار میں جا رہا تھا کہ اچانک ایک نصرانی راہب کی طرف سے اعلان سنا: اے حرم کے تاجرو! تم میں کوئی حرم کا باشندہ ہے؟ میں بالکل قریب تھا، میں نے یہ آواز سنی تو فوراً اس اعلان کرنے والے کی طرف بڑھا اور کہا کہ میں حرم کا باشندہ ہوں۔ وہ مجھے راہب کے پاس لے کر پہنچا تو مجھ سے راہب نے پوچھا، کیا تمھارے یہاں احمد نام کے کوئی شخص ظاہر ہوئے ہیں؟ میں نے کہا کون احمد؟ بولا؛ احمد بن عبد اللہ بن عبد لمطلب۔ یہ مہینہ ان کے ظہور اور اعلانِ نبوت کا مہینہ ہے اور وہ نبیِ آخر الزماں ہیں، وہ حرم سے ظاہر ہوں گے اور کالے پتھر والی زمین جہاں کھجوروں کے باغ اور سنگ زار ہوں گے اس کی طرف ہجرت کریں گے۔ اے جوان! یاد رکھو کہ تم پر کوئی سبقت نہ لے جائے، فوراً ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرو۔ حضرت طلحہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں فوراً یہ بات اثر کر گئی، میں وہاں سے روانہ ہوا اور نہایت جلد سفر طے کر کے اپنے قافلہ کو پیچھے چھوڑ کر مکہ پہنچا۔ میں نے اپنے گھر والوں سے پوچھا کہ کوئی نئی خبر ہے؟ انھوں نے کہا! محمد بن عبد اللہ نے اپنی نبوت کا اعلان کیا ہے۔ اور ابو قحافہ کے بیٹے (ابو بکر صدیق) نے ان کی تصدیق کی ہے اور ان کا دین قبول کر لیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں ابو بکر کو خوب جانتا تھا کہ وہ نرم دل،

بااخلاق اور سلیقہ مند تاجر تھے، مجھے ان سے الفت و محبت تھی اور میں ان کی مجلسوں کو پسند کرتا تھا کہ ان کو قبیلہ قریش کے واقعات اور ان کے نسبی شجرے خوب یاد تھے، لہٰذا میں ان کی خدمت میں پہنچا اور پوچھا کہ کیا واقعی محمد بن عبداللہ (ﷺ) نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا ہے؟ اور آپ نے ان کی تصدیق کی ہے؟ حضرت ابو بکر صدیق نے جواب دیا؛ ہاں! پھر انھوں نے مجھے حضور ﷺ کی نبوت و رسالت کے تعلق سے کچھ واقعات سنائے اور مذہب اسلام قبول کرنے کی رغبت دلائی۔ میں نے ان کو راہب کا واقعہ سنایا، وہ سن کر چونک گئے اور فرمایا کہ تم میرے ساتھ حضور کی خدمت میں چلو اور اپنا واقعہ بیان کرو، پھر حضور کا پیغام سننا تاکہ تم دینِ اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ پھر میں حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے مجھ پر اسلام پیش کیا اور قرآن کی کچھ آیات سنائیں، پھر میں نے راہب کے واقعہ کو بیان کیا تو حضور علیہ السلام بہت خوش ہوئے، میں نے حضور کی بارگاہ میں کلمۂ شہادت کا اعلان کیا، اس طرح میں حضرت صدیق اکبر کے ذریعہ اسلام لانے والوں میں چوتھا شخص تھا۔

جب حضرت طلحہ کے اسلام کے بارے میں کفارِ مکہ کو پتا چلا تو وہ جل بھن گئے، دوسرے صحابہ کی طرح آپ پر بھی سختیاں کیں۔ شروع میں اہلِ خاندان اور اہلِ قبیلہ نے آپ کو خوب سمجھایا، لیکن جب آپ نے ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا تو آپ کے ہاتھ گردن سے باندھ کر سر پر زدوکوب کیا، اوباشوں کی بھیڑ آپ کے پیچھے لگا دی اور طرح طرح سے تکلیفیں پہنچائیں، لیکن ان کی یہ ساری ریشہ دوانیاں آپ کے پائے استقلال کو ہلا نہ سکیں، بلکہ آپ اسلام پر ثابت قدم رہے اور آپ کی کوششوں سے آپ کے بھائی عثمان بن عبید اللہ اور والدہ صعبہ بنت عبداللہ مشرف بہ اسلام ہوئیں۔

غزوات میں شرکت:

اسلام لانے کے بعد آپ حضور کی خدمت میں رہے اور تمام غزوات میں حضور کے ساتھ شرکت کی، غزوۂ بدر کے موقع پر کسی وجہ سے شریک نہ ہو سکے، لیکن حضور ﷺ نے مالِ غنیمت سے حصہ عطا فرمایا اور بدری صحابہ میں آپ کا شمار کیا۔

بیعتِ رضوان میں بھی موجود تھے اور شرفِ بیعت سے مشرف ہوئے۔ 10ھ میں حجۃ الوداع کے موقع پر حضور ﷺ کے ساتھ رہے۔

ہجرتِ مدینہ:

مکہ شریف میں کفارِ مکہ مسلمانوں کو طرح طرح سے تنگ کیا کرتے تھے، انھیں مشقِ ستم بنانے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑتے، یہاں تک کہ ہجرت کا حکم نازل ہوا۔ حضور ﷺ اپنے یارِ غار صدیق اکبر کے ساتھ ہجرت کے ارادے سے مدینہ کے لیے نکلے، ان دنوں حضرت طلحہ بغرضِ تجارت ملکِ شام گئے ہوئے تھے، واپسی میں راستے میں ایک جگہ حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی نہایت مسرور ہوئے۔ وہاں سے جو کپڑے خرید کر لا رہے تھے ان میں سے ایک جوڑا حضور کی خدمت میں پیش کیا اور دوسرا صدیقِ اکبر کو دیا اور حضور سے عرض کیا کہ مدینہ طیبہ میں لوگ آپ کا شدت سے انتظار کر رہے ہیں۔ صدیق اکبر نے فرمایا: اے طلحہ ہم تم ساتھ ساتھ رہے، یہاں تک کہ سزائیں برداشت کرنے میں بھی ساتھ رہے جس کی بنیاد پر ہمیں "قرینین" کہا جاتا ہے لہٰذا مکہ جا کر فوراً مدینہ آؤ، میرے تمام گھر والوں کی ذمہ داری بھی تمھارے سر ہے، لہٰذا ان سب کو لے کر مدینہ پہنچو، حضرت طلحہ مکہ گئے، سامان فروخت کیا اور صدیق اکبر کے اہل و عیال کو ساتھ لے کر مدینہ طیبہ ہجرت کر گئے۔

رشتۂ مواخات:

ہجرت سے پہلے حضور ﷺ نے مکہ معظمہ میں حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کے درمیان رشتۂ مواخات (اسلامی بھائی چارہ) قائم فرمایا اور مدینہ طیبہ میں حضرت ابو ایوب انصاری کو آپ کا بھائی قرار دیا۔

خلفاے راشدین کے عہد میں:

نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد سیدنا صدیق اکبر بہ اتفاق راے مسلمانوں کے خلیفہ بنے حضرت طلحہ نے خلیفۂ رسول صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور مختلف امور میں راے اور مشورے کے لحاظ سے نبی کریم ﷺ کے جانشین کے ہمیشہ دست و بازو بنے رہے۔ دورِ فاروقی میں مجلسِ شوریٰ کے اہم رکن کی حیثیت سے حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ساتھ دیا۔ امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم نے اپنے بعد عہدِ خلافت کے لیے جن چھ اصحاب کا انتخاب فرمایا ان میں سیدنا طلحہ بھی تھے، لیکن آپ نہایت فراخ دلی کے ساتھ حضرت عثمان غنی کے حق میں اس سے دست بردار ہو گئے۔ سیدنا عثمان غنی

کے دورِ خلافت میں جب فتنوں کی آگ بھڑکی تو اس وقت خلیفۂ وقت کی حمایت میں کھڑے رہے۔حضرت عثمان غنی کی شہادت کے بعد مصریوں نے حضرت علی کو عنانِ خلافت سنبھالنے پر مجبور کیا اور مسجدِ نبوی میں لوگوں نے حضرت علی کے ہاتھ پر عام بیعت کرلی،حضرت طلحہ گو کہ خلافت کے دعوے دار تھے، لیکن حضرت عثمان غنی کے قصاص کے مطالبہ کے ساتھ حضرت علی کے دست مبارک پر بیعت کرلی۔

شہادت:

جنگ جمل کے موقع پر حضرت طلحہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ تھے،اسی دوران حضرت علی مرتضیٰ سے ملاقات ہوئی، انھوں نے حضرت طلحہ کو رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک بات یاد دلائی، جیسے ہی حضرت علی مرتضیٰ سے یہ حدیث سنی فوراً حضرت طلحہ اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر لشکر سے نکل گئے اور کسی طرف جانے کی کوشش کررہے تھے کہ اچانک ایک تیر آیا اور آپ کے گلے میں پیوست ہو گیا، جس سے خون جاری ہوا اور وہ خون جاری ہی رہا، یہاں تک کہ آپ نے اسی سے شہادت پائی، جب تیر آپ کی گردن میں پیوست ہوا تو آپ کی زبان مبارک پر یہ کلمات تھے:بسم اللہ و کان امر اللہ قدراً مقدورا.

حضرت طلحہ نے 62 یا 64 سال کی عمر میں شہادت پائی، بصرہ کے قریب ایک بندر گاہ کے پاس دفن کیا گیا۔علی بن زید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ کے وصال کے 30 برس بعد آپ کو خواب میں دیکھا، آپ فرما رہے تھے؛ کیا مجھے آرام نہیں پہنچاؤ گے، میں پانی غرق ہوں اور یہ مجھے اذیت پہنچا رہا ہے۔ یہ خواب اس نے مسلسل تین رات دیکھا۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ قیس بن حازم کے غلام تھے، یہ خواب آپ کی صاحب زادی کے سامنے بیان ہوا، انھوں نے اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن عباس سے فتویٰ پوچھا، حضرت ابن عباس نے نعش مبارک نکالنے کا حکم دیا، جب قبر کھودی گئی پانی کی وجہ سے قبر کی زمین پر کاہی جم گئی تھی، لیکن جسدِ مبارک بالکل تر و تازہ تھا، یہاں تک کہ کافور کی خوشبو ان کی آنکھوں کے درمیان سے پھوٹ رہی تھی اور وہ بدستور بھوؤں کے درمیان رکھا ہوا تھا۔

اس کے بعد آپ کے دفن کے لیے بصرہ شہر کے اندر آلِ ابی بکر کی حویلی میں دس ہزار کے عوض ایک مکان خریدا گیا اور وہاں آپ کو دفن کیا گیا۔

حسنِ معاشرت:

حضرت طلحہ حسنِ معاشرت کی وجہ سے لوگوں میں محبوب تھے، اپنے کنبہ میں جس محبت کے ساتھ زندگی گزارتے تھے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ عتبہ بن ربیعہ کی ایک بیٹی ام امان تھی، اس کے لیے بہت سے معزز لوگوں نے نکاح کا پیغام بھیجا لیکن اس نے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح قبول کیا، وجہ پوچھی گئی تو بتایا کہ میں ان کے اوصاف حمیدہ سے واقف ہوں، وہ گھر آتے ہیں تو ہنستے ہوئے آتے ہیں، باہر جاتے ہیں تو مسکراتے ہوئے جاتے ہیں، کچھ مانگنے پر بخل نہیں کرتے اور خاموش رہنے پر مانگنے کا انتظار نہیں کرتے، اگر کوئی کام کردو تو شکریہ ادا کرتے ہیں اور خطا ہوجائے تو معاف کرنا ان کی عادتِ کریمہ ہے۔

جود و سخا:

حضرت طلحہ خوش اخلاق، نرم خو اور کشادہ ظرف ہونے کے ساتھ ساتھ جود و سخا کے پیکر تھے، لاکھوں دینار و درہم راہِ خدا میں دینے کے بعد بھی اپنے اہل و عیال کے لیے خطیر دولت چھوڑ گئے، آپ کے تذکرہ نگاروں نے آپ کی جود و سخا کے متعدّد واقعات نقل کیے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت طلحہ ایک نہایت قیمتی چادر اوڑھ کر گھر سے نکلے، تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ ایک شخص آیا اور وہ چادر آپ کے بدن سے کھینچ کر بھاگ گیا، لوگوں نے اسے پکڑ کر چادر چھین لی، آپ نے فرمایا اسے دے دو، جب اس نے آپ کی سخاوت دیکھی تو بہت شرمندہ ہوا اور وہ چادر آپ کو واپس دینے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ اسے لے لو اللہ تمھیں مبارک کرے، مجھے اللہ تعالیٰ سے اس معاملے میں حیا آتی ہے کہ کوئی شخص مجھ سے کسی طرح کی امید رکھے اور میں اس کو ناامید واپس کردوں۔

روایتِ حدیث:

حضرت طلحہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متعدّد احادیث روایت کیں اور آپ سے آپ کے بیٹوں یحییٰ، موسیٰ، عیسیٰ اور ان کے علاوہ قیس بن ابوحازم، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، مالک بن عامر اصبحی، احنف بن قیس نے روایت احادیث کی۔

اولاد امجاد:

آپ کی اولاد میں دس بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں۔بیٹے: محمد، عیسیٰ، یحییٰ، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، موسیٰ، زکریا، یوسف اور صالح۔ بیٹیاں: حضرت عائشہ، ام اسحاق، صعبہ اور مریم۔ ❊❊❊

انوار حیات

حضرت مفتی محمد یامین رضوی مراد آبادی

مولانا عبدالسلام رضوی

حضرت علامہ مفتی حافظ قاری محمد یامین ابن الحاج صوفی ظہیر احسن 1954ء کو معصوم پور میں پیدا ہوئے۔ اور یہی آپ کی آخری آرام گاہ بھی ہے۔معصوم پور ضلع مراد آباد کی تحصیل ٹھاکر دوارہ کا ایک موضع ہے اور ٹھاکر دوارہ سے سولہ کلومیٹر کی مسافت پر جنوب میں واقع ہے۔آپ نے ناظرہ اور حفظ کی تعلیم معصوم پور ہی میں اپنے ہم نام جناب حافظ محمد یامین صاحب بھوجپوری سے حاصل کی۔اس کے بعد حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وطن مالوف قصبہ بھوج پور ضلع مراد آباد میں واقع مدرسہ فاروقیہ عزیز العلوم میں داخل ہوئے اور اسی مدرسہ میں فارسی کی پہلی سے بخاری شریف تک تعلیم حاصل کی۔اس پورے عرصہ میں راقم الحروف آپ کا رفیق درس رہا بلکہ اس کے بعد بھی کچھ عرصہ آپ کی رفاقت حاصل رہی۔ہم نے یہ پورا نصاب استاذ کرم آقائے نعمت حضرت علامہ مفتی محمد رفیق قادری مصباحی ڈھکیاوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے زیر سایۂ عاطفت مکمل کیا۔درجۂ فضیلت کی کتب کا امتحان حضرت علامہ مفتی محمد اعظم صاحب قبلہ مدظلہ العالی استاذ دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف نے لیا۔اور 1391ھ/1971ء میں استاذ الاساتذہ جلالۃ العلم، مرشد برحق حضور حافظ ملت اور بحر العلوم حضرت مفتی عبدالمنان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کے مبارک ہاتھوں سے ہماری دستار بندی عمل میں آئی۔

اسی سال استاذ محترم بریلی شریف میں خانقاہ عالیہ رضویہ سے متّصل مسجد رضا میں تراویح پڑھانے تشریف لے گئے اور پھر بریلی شریف ہی کے ہو گئے۔مسجد رضا میں امام و خطیب اور دار العلوم مظہر اسلام میں مدرس مقرر کر لیے گئے۔آپ کے مشورے پر ہم دونوں بھی تمرین افتا کی غرض سے بریلی شریف پہنچ گئے۔یہاں ہم نے حضرت مفتی محمد اعظم مدظلہ العالی کی زیر نگرانی فتویٰ نویسی کی مشق بھی کی اور پیکر زہد و تقویٰ، حضور صدر الشریعہ کے تلمیذ حبیب حضرت علامہ شاہ حاجی معین الدین امروہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بخاری شریف کا درس بھی لیا۔دوسرے سال بھی مشق افتا کے ساتھ تعلیمی سلسلہ جاری رہا۔حاجی صاحب قبلہ سے میبذی، مظہر مفتی اعظم حضرت علامہ شاہ محمد تحسین رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملا حسن اور حضرت علامہ مفتی محمد اعظم سے شرح معانی الآثار پڑھی۔نیز معین المدرسین کے طور پر ایک ایک کتاب کی تدریس بھی ہمیں سونپی گئی۔

تیسرے سال یعنی 1973ء میں حضرت مفتی محمد اعظم اور دارالعلوم مظہر اسلام کے مہتمم حضرت مولانا محمد ساجد علی علیہ الرحمۃ کے مشورے پر حضرت مفتی صاحب موصوف جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس میں مصنف قانون شریعت حضور شمس العلما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت بابرکت میں پہنچے۔مقصد تھا علم توقیت حاصل کرنا۔یہ مقصد تو حاصل نہ ہوا لیکن یہاں پہنچنا آپ کے حق میں کمال و ترقی کا سبب بنا۔حضور شمس العلما کے مشورے پر جامعہ میں داخلہ لے کر درس نظامی کی منتہی کتب کا درس لیا بالخصوص حضرت کی خدمت فیض درجت میں رہ کر عظیم علمی فیوض و برکات سے مالا مال ہوئے۔پھر اسی جامعہ میں مدرس رکھ لیے گئے۔اور افتا کی خدمت بھی آپ کے سپرد کی گئی۔30 جون 2015ء میں ریٹائرڈ ہو گئے لیکن اس کے بعد بھی اراکین کی خواہش پر افتا و تدریس کی خدمت انجام دیتے رہے۔17 شوال المکرم 1437ھ/2/ اگست 2015ء میں تقریباً شب کے ایک بجے دل کا دورہ پڑنے کی وجہ سے وصال فرمایا۔یعنی جامعہ حمیدیہ رضویہ ہی سے باقاعدہ تدریسی سفر کا آغاز ہوا اور یہیں پر اس کا اختتام ہوا اور یہیں پر سفر آخرت فرمایا۔3/ اگست کی شام جنازہ آپ کے وطن معصوم پور پہنچا اور 4/ اگست بروز چہار شنبہ تدفین عمل میں آئی۔خطیب شہیر حضرت مولانا سعید اختر بھوجپوری نے نماز جنازہ پڑھائی۔مقامی حضرات کے علاوہ جامع حمیدیہ کے کئی اساتذہ کرام اور قرب و جوار کے بہت سے علما و حفاظ نے جنازہ میں شرکت کی۔راقم السطور بھی بریلی شریف سے پہنچا اور رفیق دیرینہ کا آخری دیدار کیا اور جنازہ میں شرکت کی۔شہر بنارس کے بھی کئی حضرات جنازہ میں شریک ہوئے بالخصوص شہزادہ حضور امین شریعت حضرت مولانا سلمان رضا خان بھی جنازہ میں شریک ہوئے اور بعد تدفین دعا بھی فرمائی۔اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت مفتی صاحب موصوف کو اپنی رضا و مغفرت سے نوازے اور آپ کے درجات

امام احمد رضا اکیڈمی، صالح نگر، بریلی شریف

بلند فرمائے۔ آمین۔ یہ تھی مختصر کہانی حضرت مفتی صاحب موصوف کے تعلیمی وتدریسی سفر اور سفر حیات کی۔

عظیم فقیہ اور جید استاذ:

حضرت مفتی صاحب موصوف ایک جید عالم، ماہر مدرس، اور عظیم و وسیع النظر مفتی تھے۔ آپ کے علم میں گیرائی اور گہرائی تھی، جو بات فرماتے کامل تحقیق اور اعتماد سے فرماتے، انداز تفہیم بھی صاف ستھرا تھا ان اوصاف کے ساتھ ہی آپ ایک صاحب ذوق شاعر اور عمدہ نثر نگار بھی تھے لیکن ان کا زیادہ شغف تدریس وافتا سے تھا۔ مندرجہ ذیل دو اشعار حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف منسوب ہیں:

اخي لن تنال العلم الا بستة
سانبئك عن تفصيلها ببيان
ذكاء وحرص واجتهاد وبلغة
وارشاد استاذ وطول زمان

ان کے مطابق دولت علم کے حصول کے لیے چھ امور ضرور ہیں (1) ذکا یعنی ذہانت و تیزی خاطر (2) حرص یعنی شوق کامل (3) اجتہاد یعنی کوشش و محنت (4) بلغہ یعنی گزارہ بھر ساز و سامان کا حصول (5) ارشاد استاذ یعنی استاد کی رہنمائی (2) طول زمان یعنی طلب علم میں طویل زمانہ گذارنا۔ یہ جملہ امور آپ کو حاصل ہوئے لہٰذا علمی میدان میں اعلیٰ کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔

حضرت موصوف کے علمی شوق واجتہاد کا یہ عالم تھا کہ مدرسہ فاروقیہ عزیز العلوم بھوج پور کے طلبہ عصر و مغرب کا درمیانی وقت سیر تفریح یا کسی کھیل میں گزارتے لیکن یہ علم کا حریص و دلدادہ اس وقت کو بہار شریعت کے مطالعہ میں صرف کرتا۔ مدرسے کی لائبریری میں آگرہ کا مطبوعہ ایڈیشن تھا جس میں بہار شریعت کا ہر حصہ الگ الگ تھا۔ حضرت موصوف کا طریقہ تھا کہ وہ ایک حصہ لیتے اور اس کا بالاستیعاب مطالعہ کرتے۔ اس کے بعد دوسرا حصہ لیتے اور اس کا بھی اسی طرح مطالعہ کرتے۔ مجھے یہ معلوم نہیں کہ انھوں نے اس طرح بہار شریعت کے کتنے حصوں کا مطالعہ کیا۔ اسی زمانے کا ایک واقعہ یاد آتا ہے کہ ذوالحجہ کا مہینہ تھا، مدرسہ کے سیکرٹری جناب حافظ عبدالستار مرحوم نے چند طلبہ سے سوال کیا کہ ایک فقیر نے بہ نیت قربانی ایک بکرا خریدا لیکن وہ گم ہو گیا۔ اس نے اسی نیت سے دوسرا بکرا خریدا۔ دوسرے کی خریداری کے بعد اتفاق سے وہ گمشدہ بھی مل گیا۔ یہی معاملہ ایک صاحب نصاب کے ساتھ پیش آیا۔ اب ان دونوں پر دونوں بکروں کی قربانی واجب ہے یا ایک بکرے کی؟ سائل کو مسئلہ معلوم تھا یہ سوال صرف طلبہ کی لیاقت کا جائزہ لینے کی غرض سے تھا۔ دیگر طلبہ کا معاملہ تو یہی تھا کہ ایسا سمجھ میں آتا ہے۔ ویسا سمجھ میں آتا ہے یا خاموشی لیکن حضرت موصوف نے جواب دیا کہ فقیر پر دونوں کی قربانی واجب ہے اور مالک نصاب پر ایک بکرے کی اور اس صورت کا یہی حکم ہے۔ اس واقعہ سے سمجھ میں آتا ہے کہ حضرت موصوف مطالعہ میں موقع کی مناسبت بھی ملحوظ رکھتے تھے۔ آپ نے موقع کی مناسبت سے ضرور بہار شریعت کے حصہ پانزدہم کا مطالعہ کیا ہوگا۔ بعد میں بھی حضرت موصوف کا یہی طریقہ دیکھا کہ وہ مطالعہ کے لیے جس کتاب کا انتخاب کرتے تو اس کا از ابتدا تا آخر مطالعہ کرتے۔ ایک موقع پر بنارس سے معصوم پور آئے تو مہوا کھیڑہ میرے غریب خانے پر بھی تشریف لائے میں نے دیکھا کہ ان کے ساتھ سیرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نام کی کتاب تھی، بتایا کہ آج کل اس کا مطالعہ کر رہا ہوں۔

ذہانت و محنت ہو لیکن آدمی کا حافظہ کمزور ہو تو ذہانت و محنت زیادہ نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوتی۔ لیکن حضرت موصوف ذہین و محنتی ہونے کے ساتھ قوی الحافظہ بھی تھے۔ مدرسہ فاروقیہ میں زمانۂ تعلیم کے ابتدائی دور کی بات ہے کہ حضرت استاد محترم کے اہتمام وانصرام میں مدرسے کی جانب سے ایک عظیم الشان جلسہ کا انعقاد ہوا۔ جس میں اکابر علما تشریف لائے تھے۔ ان میں سے بعض کے نام یاد آتے ہیں، حضرت علامہ سید کمیل اشرف کچھوچھوی، حضرت علامہ مفتی محمد حسین سنبھلی، حضرت مولانا نذیر الاکرم مرادآبادی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ اور مجمع بھی کثیر تھا۔ اس موقع پر حضرت استاد محترم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک تقریر مرتب فرمائی اور حضرت موصوف کو حکم دیا کہ اسے یاد کرو، جلسہ میں تمھیں ہی تقریر کرنا ہے۔ اور اس کی باقاعدہ تیاری بھی کرائی۔ اکابر علما کی موجودگی اور عظیم مجمع میں آپ نے بڑے حوصلے اور خوبی کے ساتھ تقریر کی، نہ کہیں اٹکے اور نہ بھولے۔ تقریر بہت پسند کی گئی۔ عنوان تھا صحابۂ کرام کے مابین اخوت و ایثار کا جذبہ۔ جناب حاجی عبدالمجید صاحب پیپلسانوی مرحوم جو علما و طلبہ سے بڑی محبت رکھتے تھے انھوں نے خوش ہو کر بطور انعام دس روپے پیش کیے تھے۔ اس وقت دس روپے بڑی اہمیت رکھتے تھے۔ ایک ابتدائی طالب علم کا اکابر علما کی موجودگی میں اور عظیم مجمع کے سامنے مرعوب نہ ہونا اور بے جھجک تقریر کر دینا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ استاذ محترم نے مجھے بھی تقریر یاد کرائی تھی لیکن جب میرا نام بولا

گیا تو میں منبر سے کچھ فاصلہ پر مجمع میں بیٹھا تھا۔ مجھے پر ایسا رعب طاری ہوا کہ منبر پر جانے کی ہمت نہ ہوئی اور میں لوگوں کے درمیان اس طرح ہو گیا کہ مجھ پر نظر نہ پڑے۔ جب میں نہیں پہنچا تو کہہ دیا گیا کہ وہ شاید سو گیا ہے اور جلسہ کی کارروائی آگے بڑھائی گئی۔ یہیں سے کہا گیا ہے کہ استاد و مربی کی تعلیم و تربیت یکساں ہوتی ہے لیکن طلبہ کی صلاحیتیں مختلف ہوتی ہیں لہذا تعلیم و تربیت کا اثر یکساں نہیں ہوتا۔

مدرسہ فاروقیہ سے تعلیمی فراغت کے ساتھ ہی حضرت موصوف میں تدریسی صلاحیت بھی پیدا ہو گئی تھی چنانچہ انھوں نے بریلی شریف پہنچنے کے دوسرے ہی سال شرح وقایہ جلد اول حسن وخوبی کے ساتھ پڑھائی۔ لیکن حضور شمس العلما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی محبت کی برکت سے ان کی صلاحیت و لیاقت کا سونا اور نکھر گیا تھا، علم میں وسعت، نظر میں دقت اور شعور و تحقیق کے اوصاف حاصل ہوئے۔

حضور شمس العلما کے ارشادات:

حضرت موصوف سے جب بھی ملاقات ہوئی دیگر گفتگو کے ساتھ حضور شمس العلما کا بھی ذکر فرماتے اور ان کے ارشادات نقل کرتے۔ ان میں سے کچھ باتیں راقم الحروف کے ذہن میں ہیں جن کا ذکر ان شاء اللہ عزوجل مفید ہوگا۔

بیان کیا کہ حضرت ہدایت فرماتے تھے کہ ہر فن میں ایک متن یاد کر لینا چاہیے مثلاً نحو میں کافیہ، فقہ میں وقایہ، منطق میں تہذیب، کلام میں عقائد نسفی، تعریف اصطلاحات میں التعریفات للجرجانی۔ ارشاد شمسی کے مطابق حضرت موصوف نے ان میں سے بعض متون یاد کیے تھے۔ مجھے ان کے نام بھی بتائے تھے لیکن مجھے یاد نہیں رہے۔

بیان کیا کہ حضرت فرماتے تھے کہ جو لکھو صاف اور جلی لکھو تاکہ آئندہ پریشانی نہ ہو۔

بیان کیا کہ ہمیں کتاب کے کسی مقام کے سمجھنے میں دقت ہوتی یا کوئی اشکال پیش آتا تو ہم حاضر ہو کر اپنی پریشانی عرض کرتے۔ اس پر حضرت جو تقریر فرماتے شروع میں ہمیں ایسا لگتا تھا کہ حضرت کا کلام ہمارے مقصود کے مطابق نہیں لیکن بعد میں حضرت کا نہج سمجھ میں آ گیا کہ آپ براہ راست ہماری بات کا جواب نہ دے کر کچھ ایسی بنیادی باتیں ارشاد فرما دیتے ہیں کہ زیر نظر مسئلہ حل ہو جائے اور اشکال ہو تو دفع ہو جائے۔

چند فقہی سوالات کے جوابات:

حضرت موصوف سے میری خط و کتابت رہتی تھی حالاں کہ انھیں اس سے دلچسپی نہ تھی۔ وہ ابتداءً شاذ و نادر ہی خط لکھتے لیکن میں خط لکھتا تو جواب ضرور دیتے اور اہتمام سے دیتے۔ میں کبھی کبھی اپنی کوئی علمی الجھن بھی لکھتا اور وہ تسلی بخش جواب سے نوازتے۔ جو خطوط میرے پاس محفوظ رہ گئے ان میں سے جو کسی علمی مسئلہ سے متعلق ہیں یہاں ان نقل کرتا ہوں۔

خطوط کے دوسرے حصے نہ لکھ کر بعنوان سوال و جواب صرف اپنے سوال اور موصوف کے جواب کے نقل پر اکتفا کروں گا۔ میرے بعض خطوط متعدّد سوالات پر مشتمل تھے اور حضرت موصوف نے سب کے جواب دیے تھے لیکن جوابی خطوط کا کچھ حصہ ضائع ہو گیا، لہذا میں اتنا ہی سوال نقل کروں گا جن کا جواب محفوظ رہا۔

سوال: از مدرسہ مدینۃ العلوم، چوراہ راج-13 ربیع النور 1409ھ۔

فتاوی رضویہ میں ایک سوال کے جواب میں ہے "ان دخلت الدار فانت طالق" کہنے والے نے "انت طالق" کے مفاد شرعی کو دخول دار پر معلق کیا تو ہنگام دخول اسی مفاد کا نزول ہوگا نہ کہ مفاد سے عدول، اور قطعاً معلوم کہ اس کا مفاد نہیں مگر طلاق رجعی۔ یہاں تک کہ اگر انت طالق کہے اور طلاق بائن کی نیت کرے جب بھی رجعی ہوگی کہ وہ تغییر حکم شرع پر قدرت نہیں رکھتا۔ (فتاوی رضویہ، ج:5 ص:591)

اسی جلد میں دوسرے مقام پر ہے۔ سوال یہ کیا گیا ہے کہ ایک واعظ نے غصے میں کہہ دیا کہ جو کوئی اس بستی میں وعظ کرے اس کی جورو پر طلاق ہے، جو کوئی اس بستی میں وعظ کرے سے خود کی نیت کی تھی لیکن تین یا دو کے لفظ منہ سے نہ نکلے اور تین کی نیت نہ تھی۔ سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا جواب دیا کہ ضرور وہاں وعظ کے کہنے سے عورت پر طلاق رجعی ہوگی۔ درمختار کی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ہاں اگر اس قول سے تین طلاقوں کی نیت کی تھی تو تین پڑیں گی۔ درمختار میں ہے کہ فی انت طالق یقع واحدة رجعية ان لم ينو شيئا او نوى واحدة او اثنين لانه صريح مصدر لا يحتمل العدد فان نوى ثلثا فثلث لانه فرد حكمي [ج:5، ص:588]

الجھن یہ تھی کہ مقام اول میں انت طالق سے نیت ابانت کے باوجود رجعی تھی واقع ہوگی لیکن دوسرے فتوے میں ہے کہ انت طالق سے تین کی نیت کی تو تین واقع ہوں گی۔ اور منقولہ عبارت کے اس جملے سے کہ لانه صريح مصدر لا يحتمل العدد سے بھی سائل قاصر الفہم کو یہ شعور نہ ہوا کہ یہاں کتابت کی کچھ غلطی ہے۔ میں

نے حضرت موصوف سے رجوع کیا۔ ان کا جواب مندرجہ ذیل ہے:

الجواب ۔ طلاق بائن وہ ہے کہ جس کے واقع ہوتے ہی فوراً عورت نکاح سے نکل جاتی ہے اور جس طلاق میں عدت گزر جانے کے بعد عورت نکاح سے باہر ہو اس کو طلاق رجعی کہتے ہیں، چنانچہ تنویر الابصار میں ہے: هو رفع قيد النكاح في الحال بالبائن و المال بالرجعي۔ اور بائن کی دو قسمیں ہیں، مغلظہ اور غیر مغلظہ فتاوی رضویہ شریف کی دو عبارتیں جو آپ نے تحریر فرمائی ہیں، ان میں اگرچہ بظاہر پیچیدگی معلوم ہوتی ہے مگر بنظر غائر غور کرنے کے بعد کوئی پیچیدگی نہیں رہ جاتی۔ فتاویٰ رضویہ شریف ص 591 میں انت طالق کا حکم بیان فرمایا ہے اور ص:588 پر انت طالق کا حکم نہیں لکھا گیا ہے بلکہ انت طالق طلاقا کا حکم تحریر فرمایا ہے۔ اس مقام پر فتاوی رضویہ میں در مختار کی جو عبارت بطور حوالہ پیش فرمائی ہے اس میں کاتب نے غلطی سے لفظ "طلاقا" چھوڑ دیا ہے جس کی وجہ سے اشکال پیدا ہو گیا۔ یہ عبارت یوں ہے: "انت طالق طلاقا يقع واحدة رجعية" الخ ص432–

اس عبارت در مختار کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر کوئی انت طالق طلاقا کہے تو اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی چاہے کچھ نیت نہ کرے یا ایک یا دو طلاقوں کی نیت کرے اس لیے کہ طلاق کے بعد جو طلاقا ہے وہ مصدر ہے عدد محض کی گنجائش نہیں رکھتا، ہاں اگر اس مصدر سے تین طلاقوں کی نیت کرے اور عورت حرہ ہو تو اس کی نیت درست ہے، اس لیے کہ مصدر دقیقی یا فردی کے لیے ہوتا ہے عدد کے لیے نہیں۔ حاصل یہ ہے کہ اس مصدر سے ایک طلاق تو واقع ہو ہی سکتی ہے کہ وہ فرد حکمی ہیں اور دو نہیں ہو سکتیں کہ دو محض عدد ہے فرد حقیقی یا فرد حکمی نہیں۔ اس مصدری مسئلہ کی نور الانوار ص:30 میں بڑی دل نشیں تحقیق فرمائی گئی ہے اسے بھی ملاحظہ فرمائیں تاکہ حلِ اشکال میں مزید مفید ثابت ہو۔ اور یہ جزئیہ طلاق قدوری کی شرح جوہرہ نیرہ جلد:2، ص:91 میں بھی ہے۔

واللہ تعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واعلم

کتب محمد یامین الرضوی المرادآبادی

خادم دار الافتاء مدرس جامعہ حمیدیہ رضویہ

مدن پورہ بنارس، یوپی 26 ربیع الاخر 1409ھ

سوال۔ مدرسہ مدینۃ العلوم، چورو، راج، 13 ربیع النور 1410ھ

(1) اعلان نبوت سے پہلے کے حضور اقدس ﷺ کے اقوال وافعال حدیث وسنت کہلائیں گے یا نہیں۔

(2) سجدے میں دونوں پاؤں کی تین انگلیوں کا پیٹ لگنا واجب ہے، اس حکم میں خواتین شامل ہیں یا نہیں؟ عام طور پر ان کے سجدہ کا جو طریقہ ہے اس میں انگلیاں نہیں لگتیں۔

الجواب (1): سیدی شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ مقدمہ اشعۃ اللمعات میں حدیث کی تعریف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: بداں کہ حدیث در اصطلاح محدثین قول وفعل وتقریر رسول را گویند صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔ اسی طرح کی عبارت اصول حدیث کی دیگر کتابوں میں بھی ملتی ہے۔ یہ تعریف مطلق ہے اس میں قبل اعلان نبوت یا بعد اعلان نبوت کی کوئی قید نہیں ہے۔ اور از روئے اصول مطلق اپنے عموم واطلاق پر محمول ہوتا ہے۔ لہذا سرکار دو عالم ﷺ کے جملہ افعال و اقوال وتقریرات کو حدیث کہا جائے گا۔ خواہ وہ اعلان نبوت سے پہلے کے ہوں یا بعد کے۔ ﷺ کا تعبد لیالی، سفر شام برائے تجارت، اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا سے عقد، تعمیر خانہ کعبہ میں حصہ لینا، وغیرہ امور کا ذکر کتب حدیث میں ملتا ہے اور محدثین انہیں حدیث کے نہج پر بیان کرتے ہیں حالانکہ یہ امور اعلان نبوت سے پہلے کے ہیں، اگر ان کا شمار حدیث میں نہ ہوتا تو محدثین ان کو حدیث کے ابواب وعنوانات میں کیوں بیان کرتے۔ ان کا بیان کرنا اس کا بین ثبوت ہے کہ ان محدثین کے نزدیک ایک وہ سب حدیث ہیں۔ واللہ تعالی اعلم۔

(2) اس حکم میں خواتین شامل نہیں ہیں۔ سجدے میں ان کے لیے جو احتیاطیں شریعت کو ملحوظ ہیں ان میں ستر کی بہت رعایت کی گئی ہے۔ اور سجدے کا اس طرح کرنا کہ تین انگلیوں کا پیٹ زمین پر گئے منافی ستر ملحوظ ہے۔ لہٰذا اس علم سے مستورات مستثنی ہیں۔ چنانچہ فتاوی شامی کی جلد اول کے ص339 میں ہے وذكر في البحر انها لا تنصب اصابع القدمين كما ذكر في المجتبى. اهـ. والله تعالى اعلم

کچھ علمی سوالات اور ان کے جوابات:

21 ذی الحجہ 1399ھ [راقم سوال کے ساتھ یہ گزارش بھی کر دیا کہ جوابات سوالنامے کی پشت ہی پر لکھ دیں لیکن ان سوالات کے بارے میں میں شاید یہ لکھنا بھول گیا یہ وجہ رہی کہ یہ جوابی مکتوب ڈھائی صفحات پر مشتمل ہے جس میں جوابات سے ہٹ کر دیگر امور بھی ہیں، اس لیے علاحدہ صفحات پر جواب لکھا لیکن یہ جوابات ایسے ہیں کہ ان کا سمجھنا ذکر سوالات پر موقوف نہیں]

(1) جار مجرور کے مجموعے کو اصطلاح نحو میں ظرف اس لیے کہتے

ہیں کہ وہ معنوی لحاظ سے کسی فعل یا شبہ فعل (مصدر ومشتق) کا ظرف زمان یا ظرف مکان ہوتا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل مثالوں سے از ہر واظہر ہے:

زید في الدار ای هو موجود في مكان هو الدار. الجل للفرس ای هو يكون على محل هو الفرس۔ المال لزیں ای محل ملكية المال هو زيد۔

شرح مائۃ عامل میں اس کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے:

مررت بزيد ای التصق مروری بمكان يقرب منه زيد۔

امثلۂ مذکورہ کی طرح جار مجرور میں آپ جہاں غور کریں گے وہاں آپ کو ظرفیت کے معنی ملیں گے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ جار مجرور میں یہ معنی ظرفیت بتاویل پیدا ہوں گے۔ اس جار مجرور کی دو قسمیں ہیں۔ ظرف لغو، ظرف مستقر۔ جس حرف جار کا تعلق عبارت میں مذکور نہ ہو اس کو ظرف مستقر کہتے ہیں اور جس کا تعلق مذکور ہو اس کو ظرف لغو کہتے ہیں۔ پہلے کو مستقر اس لیے کہتے ہیں کہ اس کا عامل ہمیشہ مقدر ہوتا ہے۔ اور عامل کے مقدر ہونے کی وجہ سے یہ ظرف اپنے عامل کے قائم مقام ہوتا ہے۔ اور چوں کہ ظرف لغو کا عامل مذکور ہوتا ہے لہذا اس کا اپنے عامل کے قائم مقام ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ یہاں عامل مذکور ہونے کی وجہ سے اس ظرف کو نائب عامل بنانے کی کوئی ضرورت نہیں لہذا لغو ہوا۔ حرف جار فعل یا شبہ فعل کے معنی کو مجرور تک پہنچانے کے لیے آتا ہے اور درحقیقت مجرور میں معنوی عامل جار کا متعلق ہی ہوتا ہے۔ یہ حرف جار تو فعل یا شبہ فعل اور مجرور کے مابین واسطہ و رابطہ ہوتا ہے۔ تو جہاں متعلق جار جو معنوی لحاظ سے مجرور کا اصل عامل ہے، نہ ہو تو وہاں اس حرف جار کا آنا حامل نیابت متعلق ہے اور جہاں متعلق خود ہی موجود ہو تو وہاں اس راستے کا لانا گویا فعل لغو اور بیکار ہے۔ حاشیہ شرح تہذیب مسمّٰی بہ تحفۂ شاہجہانی میں ہے:

الظرف المستقر هو في المشهور ما يكون متعلقه مقدرا عاما يعم جميع الافعال كالكون والحصول والثبوت والوجود، والتلبس ايضًا منها اذما من فعل له تعلق بالغير الا وهو متلبس به، وعند السيد الشريف هو ما يكون متعلقة مقدرا سواء كان عاما اوخاصا، واللغو مايقابله على كل قول (میر زاهد بزيادة وتغير)

فائدہ:- وانما سمى مستقرا لان عامله يكون دائما مقدرا فالظرف يستقر مقام عامله لكونه مقدرا واللغو يكون عامله مذكورا فيلغو عن ان يقوم مقام متعلقه لكونه مذكورا۔

(2) اے کریمے کہ از خزانۂ غیب
گبر و ترسا وظیفہ خور داری
دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ با دوستاں نظر داری

(گلستان)

میں اپنی رائے ناقص کے مطابق انسب سمجھ رہا ہوں کہ امر مستفسر پر گفتگو کرنے سے پہلے کچھ اہم اور مفید باتیں زبان فارسی میں عرض کردوں۔

شرح:- اے: بکسر اول وبیائے مجہول، در فارسی حرف ندا، ونفخ در عربی یکی از حروف نداست۔ ویائے کریمے را معروف برائے خطاب باید خواند، چرا کہ دریں قطعہ سوائے ایں خطاب چہارم خطاب دیگر است۔ نظر بر آں دریں جا ہم خطاب انسب می نماید تا دریک بیت تخالف غیبت وخطاب نیفتد وچوں کاف بیانیہ مقتضی یائے مجہول توصیفی است لہذا غایۃ مافی الباب آں کہ عوضش لفظ "چناں" بعد لفظ اے محذوف باید انگاشت [اب مصرع کی تقدیر یہ ہوگی؟ اے خدا چناں کریمی کہ از خزانہ غیب۔ راقم الحروف) خزانہ: بکسر ست نہ بفتح۔ گبر: بالفتح، آتش پرست۔ ترسا: بمعنیٰ نصاریٰ کہ عیسائی عبارت از آن است۔ ولفظ خور بفتح خاکہ بوئے ضمہ دارد و واو معدولہ۔ دوستاں کنایہ از اہل اسلام ست و دشمنا عبارت از کافران است۔ وآں چہ گفتہ کہ نظر داری اے تطر پرورش داری نہ نظر مغفرت۔ وظیفہ خور: اسم فاعل سماعی ہے اسی کو اسم فاعل ترکیبی، وصف ترکیبی اور صفت مشبہ کہتے ہیں۔ این ستا جوبۂ اسئلۂ شما۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقط۔ فقیر ناسزا، سگ بارگاہ امام احمد رضا
العبد محمد امین الرضوی المرادآبادی،
جامعہ حمیدیہ رضویہ مدن پورہ بنارس

حضرت مفتی صاحب موصوف اگرچہ پردہ فرما گئے لیکن ان کے تلامذہ، ان کے لکھے ہوئے فتاوی، ان کے اہم آثار ہیں جن کی برکت سے ان کا ذکر خیر ہوتا رہے گا۔ اللہ تبارک تعالیٰ اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقہ میں آپ کی تربت پر اپنے فضل و رحمت کی بارش فرمائے۔ آمین۔ بجاہ حبیبہ الکریم علیہ الصلوۃ والتسلیم

****

مغربی تہذیب

آخری قسط

مغربی ادب میں ویئروولف (آدم بھیڑیا)- حقیقت یا افسانہ

مہتاب پیامی

قرون وسطیٰ کے دوران بیان کی گئی صورت حال ابتدائی جدید یورپ میں "ویئروولف" لوک داستانوں کی دوہری شکل کو جنم دیتی ہے۔ ایک طرف "جرمنی ویئروولف"، جو 1400ء کے قریب جادو ٹونے سے منسلک ہو جاتا ہے، اور دوسری طرف "سلاوی ویئروولف" یا "ولکولک"، جو "ریوننٹ" یا "ویمپائر" کے تصور سے وابستہ ہو جاتا ہے۔"مشرقی ویئروولف ویمپائر" وسطی اور بشمول ہنگری، رومانیہ اور بلقان مشرقی یورپ کے لوک داستانوں میں پایا جاتا ہے،، جب کہ "مغربی ویئروولف جادوگر "فرانس، جرمن بولنے والے یورپ اور بالٹک میں پایا جاتا ہے۔

16/ویں صدی کے فرانس میں ویروولف حملوں اور اس کے نتیجے میں عدالتی ٹرائلز کی متعدّد رپورٹس موجود تھیں۔ کچھ کیسوں میں قتل اور حیوانیت کے ملزم کے خلاف واضح ثبوت موجود تھے، لیکن ان کا بھیڑیوں سے کوئی تعلق واضح نہیں تھا۔ 1448ء کے اوائل میں بچوں کو کھانے والے بھیڑیوں کا تذکرہ بھی بارہا افسانوں میں ہوا۔ 16/ویں صدی کے آخر سے 17/ویں صدی کے اوائل تک، "یورپی جادوگرنی کے شکار کے حصے" کے طور پر "لائکین تھروپی" کی طرف توجہ کا عروج ہوا۔ 1595ء اور 1615ء کے دوران فرانس میں "ویئروولف" پر متعدّد مقالے لکھے گئے۔ 1598ء میں "انجو" میں "ویئروولف" ہونے کے شبہہ میں ایک نوجوان کو عمر قید کی سزا سنائی گئی۔ 17/ویں صدی کے آغاز میں انگلینڈ کے جیمز I کی طرف سے جادو ٹونے پر مقدمہ بھی چلایا گیا تھا، 1650ء کے بعد، "لائیکن تھروپی" (Lycanthropy) پر یقین متزلزل ہونا شروع ہوا اور بالآخر فرانسیسی بولنے والے علاقوں سے یہ بالکل ناپید ہو گیا، جیسا کہ "ڈائڈیروٹس انسائیکلو پیڈیا" (Diderot's Encyclopedia) میں اس بات کا ثبوت ملتا ہے، جس میں "لائیکن تھروپی" (Lycanthropy) کی رپورٹوں کو "دماغ کی خرابی" سے منسوب کیا گیا تھا۔ ایسی ہی ایک رپورٹ "گیوڈان" (Gévaudan) کے جانور سے متعلق ہے جس نے جنوبی وسطی فرانس میں "گیوڈان" (Gévaudan) کے سابق صوبے، جواَب "لوزیرے" (Lozère) کہلاتا ہے، کے عمومی علاقے کو دہشت زدہ کر دیا تھا۔ 1764ء سے 1767ء کے درمیان، اس نے 80/سے زیادہ مردوں، عورتوں کو اور بچوں کو ہلاک کیا۔

جس نے 1650ء کے بعد بھیڑیوں میں زیادہ دلچسپی ظاہر کی وہ مقدس رومی سلطنت تھی۔ جرمنی میں 1649ء اور 1679ء کے درمیان "گیوڈان" (Gévaudan) پر کم از کم 9/رپورٹیں شائع ہوئیں۔ اسی کے ساتھ آسٹریا اور باویرین الپس میں بھی "ویئروولف" پر یقین برقرار رہا۔

"سبن بیرنگ گولڈ" (Sabine Baring-Gould) کی کتاب "دی بک آف ویئر وولز" (The Book of Werewolves) میں ایک خیال پیش کیا گیا ہے کہ "ویئروولف" کے افسانوں کو سلسلہ وار قتل کی توجیہ کے لیے استعمال کیا گیا ہو گا۔ شاید سب سے زیادہ بدنام مثال "پیٹر اسٹمپ" (1589ء میں پھانسی دی گئی)، جرمن کسان، اور مبینہ سیریل کلر اور کینبل، جسے "بیڈبرگ" کے ویروولف کے نام سے بھی جانا جاتا ہے، کا معاملہ ہے۔

ویئروولف کی شناخت:

کچھ جدید محققین نے تسلیم شدہ طبی حالات کے ساتھ "ویئر وولف" کے رویے کی رپورٹوں کی وضاحت کرنے کی کوشش کی ہے۔ لندن کے ایک ڈاکٹر "لی ایلس" نے 1963ء میں "آن پورفیریا اینڈ دی ایٹولوجی آف ویئروولز" کے عنوان سے ایک مقالہ لکھا، جس میں انھوں نے دلیل دی کہ "ویئروولز" کے بارے میں تاریخی بیانات درحقیقت پیدائشی "پورفیریا" کے شکار افراد کا حوالہ دے سکتے ہیں، جس میں بتایا گیا ہے کہ فوٹو حساسیت کی علامات، سرخی مائل دانت اور سائیکوسس کسی مریض پر "ویئروولف" ہونے کا الزام لگانے کی بنیاد ہو سکتی ہے۔ تاہم اس کے خلاف "ووڈورڈ" نے دلیل دی ہے، جو اس

payamee@gmail.com

بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ کس طرح افسانوی بھیڑیوں کو تقریباً ہمیشہ حقیقی بھیڑیوں سے مشابہت کے طور پر پیش کیا جاتا تھا، اور یہ کہ ان کی انسانی شکلیں شاذ و نادر ہی جسمانی طور پر "پورفیریا" کے شکار کے طور پر نمایاں ہوتی تھیں۔

دوسروں نے اس امکان کی نشاندہی کی ہے کہ تاریخی بھیڑیے "ہائپر ٹرائیکوسس" کے شکار تھے، یہ ایک موروثی حالت ہے جو بالوں کی ضرورت سے زیادہ نشوونما سے ظاہر ہوتی ہے۔ تاہم، "ووڈورڈ" نے اس امکان کو مسترد کر دیا، کیوں کہ بیماری کی نایابی نے اسے بڑے پیمانے پر ہونے سے انکار کر دیا، جیسا کہ قرون وسطی کے یورپ میں "ویئروولف" کے کیسز تھے۔ "ڈاؤن سنڈروم" میں مبتلا افراد کو کچھ اسکالرز نے "ویئروولف" خرافات کے ممکنہ موجد ہونے کا اشارہ کیا ہے۔ "ووڈورڈ" نے ریبیز (پاگل جانوروں کے کاٹنے سے انسانوں کو ہونے والی ایک بیماری) کو "ویئروولف" عقائد کی اصل کے طور پر پیش کیا، اس نے اس بیماری کی علامات اور کچھ افسانوں کے درمیان قابل ذکر مماثلت کا دعویٰ کیا۔ "ووڈورڈ" نے اس خیال پر توجہ مرکوز کی کہ "ویئروولف" کے کاٹنے کے نتیجے میں شکار خود "ویئر وولف" میں تبدیل ہو سکتا ہے۔ تاہم، یہ خیال کہ "لائیکن تھروپی" (Lycanthropy) اس طرح سے منتقل ہو سکتی ہے، اصل افسانوں اور افسانوی داستانوں کا حصہ نہیں ہے اور یہ صرف نسبتاً حالیہ عقائد میں ظاہر ہوتا ہے۔ "لائیکن تھروپی" (Lycanthropy) کو ایک فریب کے بنیادی مواد کے طور پر بھی پورا کیا جا سکتا ہے، مثال کے طور پر، ایک عورت کا معاملہ رپورٹ کیا گیا جس نے شدید نفسیاتی حملوں کے دوران خود کو مختلف قسم کا وحشی جانور محسوس کیا۔

یورپی لوک داستانوں میں بھیڑیوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ انسانی شکل میں بھی جسمانی خصلتیں رکھتے ہیں۔ ان میں ناک کے پل پر دونوں ابرو کا ملنا، مڑے ہوئے ناخن، وغیرہ شامل تھے۔ "ویئروولف" کو انسانی شکل میں پہچاننے کا ایک طریقہ یہ تھا کہ ملزم کا گوشت کاٹ دیا جاتا تھا تاکہ زخم کے اندر کھال نظر آئے۔ ایک روسی توہم پرستی کہتا ہے کہ ایک "ویئروولف" کو زبان کے نچلے حصے کے آبلوں سے پہچانا جا سکتا ہے۔

جانوروں کی شکل میں "ویئروولف" کی ظاہری شکل مختلف داستانوں میں علاقائی ثقافت کے لحاظ سے الگ الگ پیش کی گئی ہے۔ کچھ سویڈش تحریروں کے مطابق، "ویئروولف" کو ایک عام بھیڑیے سے اس طرح سے ممتاز کیا جا سکتا ہے کہ یہ تین ٹانگوں پر دوڑتا ہے، چوتھی کو پیچھے کی طرف پھیلا کر دُم کی طرح کر لیتا ہے۔ ان داستانوں میں ایسے بھیڑیوں کو واپس اپنی انسانی شکلوں میں لوٹ آنے کے بعد عام طور پر کمزوری اور دردناک اعصابی افسردگی کا سامنا کرتے ہوئے بھی دکھایا گیا ہے۔

ویروولف بننے کے مختلف طریقے:

ویروولف بننے کے مختلف طریقے قدیم داستانوں میں بیان کیے گئے ہیں، جن میں سے ایک آسان طریقہ لباس کو ہٹا کر بھیڑیے کی کھال سے بنی بیلٹ پہننا ہے، جو کہ ممکنہ طور پر پورے جانور کی کھال کے تصور کے متبادل کے طور پر ہے (جس کا اکثر بیان بھی کیا جاتا ہے)۔ دوسری صورتوں میں، جسم کو جادوئی سالو سے رگڑا جانا، زیر بحث جانور کے قدموں کے نشان سے، یا۔ بعض جادوئی ندیوں سے بارش کا پانی پینا، بھی میٹامورفوسس کے عمل پورا کرنے کے مؤثر طریقے سمجھا جاتا تھا۔ سولہویں صدی کے سویڈش مصنف "اولاؤس میگنس" نے اس کے لیے ایک کپ بیئر اور ایک مخصوص فارمولے کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ اٹلی، فرانس اور جرمنی میں کہا جاتا ہے کہ اگر کوئی مرد یا عورت کسی مخصوص بدھ یا جمعہ کو گرمیوں کی رات میں باہر سوئے تو جیسے ہی چاند براہ راست اس کے چہرے پر چمکتا ہے ایسی حالت میں وہ ویئروولف میں تبدیل ہو سکتا ہے۔

"لائیکن تھروپی" (Lycanthropy) کی لعنت اور علماے مسیح:

"لائیکن تھروپی" (Lycanthropy) کی لعنت کو علماے مسیح نے عذاب الٰہی سمجھا۔ "ویئروولف" لٹریچر میں ان لوگوں پر لعنت بھیجنے کی بہت سی مثالیں دکھائی دیتی ہیں جنھوں نے "لائکن تھروپی" (Lycanthropy) کے ساتھ غضب کو پکارا تھا۔ ایسا ہی معاملہ "لائکاون" کا ہے، جسے زیوس (دیوتا) نے اپنے ہی ایک بیٹے کو ذبح کرنے اور اس کی باقیات کو دیوتاؤں کو رات کے کھانے کے طور پر

پیش کرنے کی سزا کے طور پر بھیڑیا بنا دیا تھا۔

دوسروں کو جنگلی درندوں میں تبدیل کرنے کی طاقت نہ صرف مہلک جادوگروں کی طرف منسوب تھی، بلکہ عیسائی روایات میں بھی اس کا تذکرہ ملتا ہے... "تمام فرشتے، اچھے اور برے ہمارے جسم کو تبدیل کرنے کی طاقت رکھتے ہیں" مسیحی راہب "سینٹ تھامس ایکیناس" کا یہی ماننا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ "سینٹ پیٹرک" نے ویلش کے بادشاہ "ویرٹیس" کو بھیڑیے میں تبدیل کر دیا تھا۔ "ٹالس" نامی ایک مسیحی راہب نے بھی قیاسی طور پر ایک نامور آئرش خاندان پر لعنت بھیجی تھی جس کے ہر فرد کو سات سال تک بھیڑیا بنا دیا گیا تھا۔

قدیم مآخذوں میں لائکن تھیرانپی کے متعدّد نہ سمجھ میں آنے والے علاجوں کا بھی تذکرہ ملتا ہے، جسے ہم یہاں نقل کرنے سے گریز کرتے ہیں۔

19 ویں صدی کے اختتام سے پہلے، یونانیوں کا خیال تھا کہ بھیڑیوں کی لاشیں، اگر تباہ نہ ہوئیں، تو وہ بھیڑیوں یا ہائینا کی شکل میں زندہ ہو جائیں گے جو مرتے ہوئے فوجیوں کا خون پیتے ہوئے میدان جنگ میں گھومتے ہیں۔ جرمنی، پولینڈ اور شمالی فرانس کے کچھ دیہی علاقوں میں، ایک زمانے میں یہ خیال کیا جاتا تھا کہ وہ لوگ جو گناہ میں مر گئے تھے، خون پینے والے بھیڑیوں کی طرح دوبارہ زندہ ہو گئے تھے۔ ویمپائر کا تعلق مشرقی یورپی ممالک بالخصوص بلغاریہ، سربیا اور سلووینیا میں "ویئروولف" سے بھی تھا۔ سربیا میں "ویئروولف" اور "ویمپائر" کو اجتماعی طور پر "ولکوڈلک" کے نام سے جانا جاتا ہے۔

ہنگری کی لوک داستانوں میں، "ویئر وولف" خاص طور پر "ٹرانس ڈانوبیا" کے علاقے میں رہتے تھے، اور یہ خیال کیا جاتا تھا کہ انھیں بھیڑیے میں تبدیل ہونے کی صلاحیت نوزائیدہ عمر میں، والدین کی طرف سے بد سلوکی کے بعد حاصل ہوتی تھی۔ سات سال کی عمر میں لڑکا یا لڑکی گھر سے نکلتا، رات کو شکار پر جاتا اور جب چاہے کسی شخص یا بھیڑیے میں بدل جاتا۔

جنوبی سلاووں کے درمیان، اور موجودہ شمالی پولینڈ کے نسلی کاشوبی لوگوں میں بھی یہ عقیدہ تھا کہ اگر کوئی بچہ بالوں، پیدائشی نشان، یا سر پر ایک کالی علامت کے ساتھ پیدا ہوتا ہے، تو وہ شکل بدلنے کی صلاحیتوں کا مالک ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ کسی بھی جانور میں تبدیل ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے، لیکن عام طور پر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ ایسا بچہ بھیڑیے میں تبدیل ہونے کو ترجیح دیتا ہے۔

آرمینیائی روایات کے مطابق، ایسی عورتیں ہیں جنہیں مہلک گناہوں کے نتیجے میں، بھیڑیے کی شکل میں سات سال گزارنے کی سزا دی جاتی ہے، ان کو ایک بھیڑیے کی کھال والی روح ملتی ہے، جس کی وجہ سے وہ جلد ہی انسانی گوشت کے لیے اتاولی ہو جاتی ہیں۔ پہلے وہ اپنے ہر بچے کو کھا جاتی ہیں، پھر رشتے کے لحاظ سے اپنے رشتہ داروں کے بچوں کو، اور آخر میں اجنبیوں کے بچوں کو۔ وہ صرف رات کو ہی گھومتی ہیں، ان کے قریب آنے پر دروازے اور تالے خود بخود کھل ہیں۔ جب صبح ہوتی ہے تو وہ انسانی شکل میں واپس آجاتی ہیں۔ اس تبدیلی کو عام طور پر غیر ارادی کہا جاتا ہے، لیکن رضاکارانہ میٹامورفوسس کے متبادل ورژن کا تذکرہ بھی متعدّد افسانوں میں ملتا ہے جہاں، جہاں خواتین اپنی مرضی سے تبدیلی لا سکتی ہیں۔

ناسکا پس کا خیال تھا کہ زندگی کی حفاظت "دیو بھیڑیوں" سے ہوتی ہے جو قریب سے نکلنے والے لاپروا شکاریوں کو مار ڈالتے ہیں۔ "ووڈورڈ" کا خیال تھا کہ یہ عقائد امریکہ کے نارس کالونائزیشن کی وجہ سے ہیں۔ جب امریکہ کی یورپی نوآبادیات واقع ہوئی تو، وہ اپنے ساتھ "ویئروولف" لوک داستانیں لے کر آئے اور بعد میں وہ اپنی پڑوسی کالونیوں اور مقامی لوگوں کی روایت سے متاثر ہوئے۔ کینیڈا، مشی گن کے بالائی اور زیریں جزیرہ نما اور نیویارک کے اوپری حصے میں موجود "لوپ گارو" میں یقین، "وینڈیگو" پر مقامی امریکی کہانیوں سے متاثر فرانسیسی لوک داستانوں سے ماخوذ ہے۔ میکسیکو میں "ناگول" نامی مخلوق کا بھی عقیدہ پایا جاتا ہے۔ ہیٹی میں، ایک توہم پرستی یہ ہے کہ "ویئروولف" روحیں جنہیں مقامی طور پر "جی-روجز" Jé-rouge (سرخ آنکھیں) کے نام سے جانا جاتا ہے، نادانستہ افراد کی لاشیں رکھ سکتی ہیں اور رات کے وقت انہیں "کینبلسٹک لیوپین" مخلوق میں تبدیل کر دیتی ہیں۔ ہیٹی کے "جی-روجز" عام طور پر ماؤں کو اپنے بچوں کو رضاکارانہ طور پر دینے کے لیے رات کو جاگ کر اور ان سے اپنے بچے کو لے جانے کی اجازت طلب کرنے کی کوشش کرتے ہیں،

جس پر مایوس مائیں یا تو ہاں یا نہیں میں جواب دے سکتی ہیں۔ ہیٹی کے "جی-روجز" (Jé-rouge) روایتی یورپی بھیڑیوں سے مختلف ہیں ان کی عادت کی وجہ سے وہ اپنی لائیکن تھروپک حالت کو دوسروں تک پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں، بالکل ویمپائر کی طرح۔

لائیکن تھروپس سے نجات:

زیادہ تر جدید افسانوں میں بھیڑیوں کو چاندی کے ہتھیاروں سے مارنے یا زخمی کرنے کا ذکر ہے۔ یہ خصوصیت 19/ویں صدی کی جرمن لوک داستانوں میں ظاہر ہوتی ہے۔ یہ دعویٰ کہ Gévaudan کے ویئروولف کو اٹھارہویں صدی میں چاندی کی گولی سے مارا گیا تھا، ایسا لگتا ہے کہ ناول نگار نے اس کہانی کو 1935ء کے بعد پیش کیا تھا نہ کہ اس سے پہلے۔ انگریزی لوک داستانوں میں، 1865ء سے پہلے، شکل بدلنے والوں کو چاندی کے لیے خطرہ ظاہر کیا گیا تھا۔ ایک داستان میں ہے: "...جب تک کہ محصول لینے والے نے ان کے سروں پر چاندی کا بٹن نہیں مارا جب وہ فوری طور پر دو ناجائز بوڑھی خواتین میں تبدیل ہوگئیں..."

ایک اور داستان کے مطابق 1640ء گریفسوالڈ، جرمنی کا شہر بھیڑیوں سے متاثر تھا۔ ایک ہوشیار لڑکے نے مشورہ دیا کہ وہ اپنے تمام چاندی کے بٹن، بلٹس، بیلٹ بکس وغیرہ کو اکٹھا کریں، اور انہیں اپنے مسکیٹ اور پستول کے لیے گولیوں میں پگھلا دیں۔ اس طرح انہوں نے اس مخلوق کو زخمی کر کے پکڑا اور ذبح کر دیا اور گریفسوالڈ کو لائکین تھروپس سے نجات دلائی۔

1897ء کا ناول "ڈریکولا" اور مختصر کہانی "ڈریکولا کا مہمان"، "برام سٹوکر" نے لکھیں، اس نے ان میں بھیڑیوں اور اسی طرح کے افسانوی شیطانوں کی طرف متوجہ کیا۔ "ڈریکولا کے مہمان" میں، فوجی گھوڑ سواروں کا ایک گروہ جس کا مرکزی کردار ڈریکولا کا پیچھا کرتا ہے، کی مدد کے لیے آتا ہے، جسے ایک عظیم بھیڑیے کے طور پر دکھایا گیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ اسے مارنے کا واحد طریقہ "مقدس گولی" ہے۔ اس کا ذکر مرکزی ناول "ڈریکولا" میں بھی ہے۔ کاؤنٹ ڈریکولا نے ناول میں بتایا کہ "ویئروولف" کے افسانوں کی ابتدا اس کے سیکیلی نسلی خون کی لکیر سے ہوئی، جسے خود بھی رات کے وقت اپنی مرضی سے بھیڑیے کی شکل بدلنے کی صلاحیت کے ساتھ دکھایا گیا ہے لیکن وہ دوپہر کے علاوہ دن کے وقت ایسا کرنے سے قاصر ہے۔

1928ء کا ناول "دی وولفس برائڈ: اے ٹیل فرام ایسٹونیا" (The Wolf's Bride: A Tale from Estonia)، جسے فن لینڈ کے مصنف "اینو کالاس" (Aino Kallas) نے لکھا ہے، 17/ویں صدی میں "ہیوما" (Hiiumaa) میں رہنے والے "فارسٹر پریڈک" کی بیوی "آلو" (Aalo) کی کہانی بیان کرتا ہے، جو حیوانی جذبے کے زیر اثر ایک "ویئروولف" بن گئی تھی۔ اسے "ڈائیبولس سلورم" (Diabolus Sylvarum) کے نام سے جانا جاتا ہے۔

اینتھروپ مورفک ویئروولف فلمیں:

اینتھروپ مورفک ویئروولف کا استعمال کرنے والی پہلی فیچر فلم 1935ء میں لندن کی "ویئروولف" تھی۔ اس فلم کا مرکزی "ویئر وولف" لندن کا ایک سائنس دان ہے جس نے اپنی تبدیلی کے بعد اپنے کچھ انداز اور انسانی خصوصیات کو برقرار رکھا ہے، بطور مرکزی اداکار "ہنری ہل" میک اپ آرٹسٹ جیک پیئرس کے کیے ہوئے میک اپ میں زیادہ وقت گزارنے کو کسی بھی تیار نہیں تھے اور اس میک اپ کے گھناؤنے پن کی وجہ سے انھیں فلم کی شوٹنگ میں کافی دشواری کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

ایک زیادہ المناک کردار "لارنس ٹالبوٹ" ہے، جسے "لون چینی جونیئر" نے 1941ء میں "دی وولف میں" میں ادا کیا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ، "ویئر وولف" کی تصویر کشی مکمل طور پر بدمعاش سے لے کر بہادر مخلوق تک بھی گئی ہے، جیسے کہ "انڈرورلڈ" اور "ٹوائی لائٹ سیریز"، نیز "بلڈ لاڈ"، "ڈانس ان دی ویمپائر بنڈ"، "روزاریو + ویمپائر"، اور دیگر مختلف فلموں اور اینی میشن وغیرہ میں۔

فلموں میں بھیڑیوں کو اکثر چاندی کی نوک والی چھڑی، گولی یا بلیڈ سے کمزور ہوتے ہوئے دکھایا گیا۔ یہ وصف سب سے پہلے "دی وولف میں" میں سنیما میں اپنایا گیا تھا۔ چاندی کے بارے میں یہ منفی ردعمل بعض اوقات اتنا شدید ہوتا ہے کہ "ویئروولف" کی جلد پر دھات کا محض چھونا جلنے کا سبب بنتا ہے۔ موجودہ دور کے "ویئر

وولف "فکشن میں تقریباً خصوصی طور پر لائیکن تھروپی شامل ہے، وہ یا تو موروثی حالت ہے یا دوسرے "ویئروولف" کے کاٹنے سے متعدّی بیماری کی طرح۔ کچھ افسانوں میں، "ویئروولف" کی طاقت انسانی شکل تک پھیلی ہوئی ہے، جیسے کہ ان کی شفایابی کے عنصر، مافوق الفطرت رفتار اور طاقت کی وجہ سے ناقابل تسخیر ہونا اور بلندی سے اپنے پیروں پر گرنا نیز جارحیت اور حیوانی خواہشات میں شدت اور قابو پانا، عموماً ان صورتوں میں صلاحیتیں انسانی شکل میں کم ہو جاتی ہیں۔

بھیڑیوں کو عام طور پر "محنت کش طبقے" کے عفریت کے طور پر تصور کیا جاتا ہے، جو اکثر سماجی و اقتصادی حیثیت میں کم ہوتے ہیں، حالاں کہ وہ مختلف قسم کے سماجی طبقات کی نمائندگی کر سکتے ہیں اور بعض اوقات انھیں 19/ صدی کے ہارر لٹریچر کے دوران "اشرافیہ زوال" کی نمائندگی کرنے کے طریقے کے طور پر دیکھا جاتا تھا۔

نازی جرمنی نے بھی "ویئروولف" کا استعمال کیا، جیسا کہ 1942-43ء میں ہٹلر کے ہیڈکوارٹر کے کوڈ نام کے طور پر اس افسانوی مخلوق کا نام جرمن زبان میں لکھا گیا تھا۔ جنگ کے آخری دنوں میں، نازی "آپریشن ویئروولف" کا مقصد ایک کمانڈو فورس بنانا تھا جو دشمن کی خطوط کے پیچھے کام کرے کیوں کہ اتحادی خود جرمنی کے ذریعے آگے بڑھ رہے تھے۔

بہر حال ان داستانوں، ناولوں اور فلموں کے اجمالی جائزہ کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ "ویئروولف" محض ایک داستانوی کردار ہے، اس کی حقیقت کا کہیں کوئی سراغ نہیں ملتا، جن داستانوں اور آپ بیتیوں میں ان آدم بھیڑیوں کی موجودگی کا وثوق کے ساتھ تذکرہ کیا گیا ہے، وہ تمام تحریریں کسی بھی قسم کا ثبوت پیش کرنے سے قاصر ہیں، ہم یہی سمجھتے ہیں کہ وہ تمام کہانیاں صرف تفریحِ طبع کے لیے لکھی گئی تھیں اور تاریک یورپ کی ذہنی تاریکی نے ان افسانوی ہیولوں کو حقیقت کا درجہ دے دیا اور کم و بیش دس صدی تک ایک غیر موجود آدم بھیڑیا، درجنوں ممالک، اور ثقافتوں کو متاثر کرتا رہا۔ آج پوری دنیا کا یہ متفقہ خیال ہے کہ ویئروولف نامی کسی جانور کا وجود نہیں، یہ گذشتہ ہزار سالوں سے محض افسانوں اور لوک کہانیوں میں زندہ ہے، حقیقت سے اس کا دور دور تک کوئی تعلق نہیں۔ ❊❊❊

(ص:41 کا بقیہ) یہ ایسی نعمتیں تھیں جنہیں کسی کان نے سنا نہیں تھا اور کسی آنکھ نے کبھی دیکھا نہیں تھا، اللہ تعالی کی یہ میزبانیاں دیکھ کر شہدائے بدر دنگ رہ گئے۔ دفعتاً انہیں پیچھے رہ جانے والے مسلمانوں کا خیال دامن گیر ہوا تو اللہ تعالی سے کہنے لگے ہمیں تھوڑی دیر کے لیے دنیا میں بھیج دے تاکہ ہم پیچھے رہ جانے والوں کو تیری جنت کے بارے میں کچھ بتادیں۔ اللہ تعالی نے جواب دیا کہ یہ میری سنت کے خلاف ہے۔

پھر انہوں نے بارالہ میں عرض کی کہ اچھا ہم میں سے کسی ایک کو بھیج دے تاکہ ہم پچھلوں کو بتا تو دیں کی تیری جنت کی نعمتیں کیسی کیسی ہیں اس پر بھی انکار ہوا تو تب انہوں نے عرض کی اے رب العلمین ہمارا پیغام ہمارے مسلمان بھائیوں تک پہنچادے چنانچہ اسی شان نزول میں یہ آیات نازل ہوئیں کہ

وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ. فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ.

یعنی جو لوگ اللہ تعالی کی راہ میں قتل ہوئے انہیں مردہ نہ سمجھو، وہ تو حقیقت میں زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق پا رہے ہیں جو اللہ تعالی نے انہیں دیا ہے اس پر خوش و خرم ہیں اور مطمئن ہیں اور پیچھے رہ جانے والوں کو خوشخبری دے رہے ہیں کہ ان کے لیے نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی غم۔

تاقیامت اہل ایمان جس طرح بدری صحابہ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے رہیں گے اسی طرح فرشتوں میں بدری فرشتوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، بدری فرشتے وہ ہیں جنہوں میں میدان بدر میں مسلمانوں کی مدد کی تھی۔ آسمانوں میں بدری فرشتے بڑے مقامات کے حامل ہیں کیونکہ انہوں نے میدان بدر جیسے معرکے میں آخری نبی جیسی ہستی اور ان کے اہل ایمان، سابقون الاولون جاں نثاروں جیسی قابل قدر نفوس قدسیہ کی مدد کی تھی اور انہیں ابوجہل اور اس کے فوجیوں پر فتح عطا فرمائی تھی۔ اس وجہ سے اللہ تعالی نے ان بدری فرشتوں کی عزت و وقار میں اضافہ کیا اور باقی فرشتے ان ملائکۃ البدر کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور بڑے ادب و احترام سے ان کا نام لیتے ہیں۔

الغرض غزوہ بدر سے اسلامی فتوحات کے سالو پر محیط سفر کا سلسلہ شروع ہو گیا اس فتح نے مسلمانوں کے جذبوں کو ایسا دوام عطا کیا کہ پھر آنے والا ہر سال مسلمان جنگجوؤں کی شجاعت اور بہادری کی داستانیں رقم کرنے لگا۔ ❊❊❊

فکرونظر

جنگ بدر کے مختصر احوال وکوائف

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر وبصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ ہم اربابِ قلم اور علماے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں۔ از: مبارک حسین مصباحی

جولائی 2022 کا عنوان	عالمِ عرب میں عظمتِ خواتین کی پامالی
اگست 2022 کا عنوان	ہندوستانی مسلمانوں کی حالتِ زار اور اس کا تدارک

غزوہ بدر: ایک تاریخ ساز معرکہ

از: مولانا ازہر الاسلام ازہری نعمانی
استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

جنگ بدر تاریخ اسلام کا پہلا اور عظیم الشان معرکہ تھا جس میں اللہ رب العزت نے مسلمانوں کی ایک قلیل جماعت کو ان کی بے سروسامانی کے باوجود مشرکین کے ایک بڑے اور ہر طرح کے جنگی آلات سے لیس گروہ پر ایک روشن فتح عطا فرمائی تھی جسے مورخین نے "غزوہ بدر الکبری" اور غزوہ ب سے موسوم کیا ہے مگر قرآن کریم میں اسے یوم الفرقان (یعنی حق و باطل اور خیر و شر کے درمیان حد فاصل کھینچنے والے دن) سے تعبیر کیا گیا ہے.

غزوہ بدر وہ فیصلہ کن اور تاریخ ساز جنگ تھی جس نے امت اسلامیہ کی تفسیر اور دعوت اسلام کے مستقبل کا فیصلہ ہوا اس کے بعد آج تک مسلمانوں کو جتنی بھی فتوحات اور کامیابیاں نصیب ہوئیں وہ سب اسی "فتح مبین" کی مرہون منت ہیں جو بدر کے میدان میں اس مٹھی بھر جماعت کو حاصل ہوئی۔

معرکہ بدر کے اسباب:

مکہ مکرمہ میں اسلام کا سورج جیسے ہی طلوع ہوا کفار و مشرکین اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کے درپے ہوگئے پھر جیسے جیسے اسلام کا دائرہ بڑھتا گیا ان ریشہ دوانیاں بھی بڑھتی رہیں۔ دامن اسلام سے وابستہ ہونے والوں پر نت نئے مظالم ڈھائے گئے۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کو اپنا گھر بار، قیمتی مال و متاع چھوڑ کر پہلے حبشہ پھر مدینہ کی جانب ہجرت کرنا پڑا، ہجرت کے بعد بھی ظلم و زیادتی کا سلسلہ جاری رہا بلکہ اور زور پکڑ گیا، کفارِ مکہ نے مسلمانوں کو زیارتِ کعبہ سے روکا، املاکِ مومنین ضبط کیں، مدینہ منورہ پر لشکر کشی کی تیاری کی، اسلام کے خلاف ماحول سازی کی، رسول کونین ﷺ اور مسلمانوں کے قتل کے منصوبے بنائے، اہلِ ایماں پر ستم ڈھائے کہ وہ دین سے باز آجائیں... اسی کے نتیجے میں اسلام کی پہلی جنگ "بدر" کے میدان میں ہوئی۔ ماہِ رمضان کے شروع میں حضور اکرم ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ اہلِ قریش کا تجارتی مال و اسباب سے بھرا ہوا قافلہ شام سے مکہ آرہا ہے اس کے ساتھ تیس یا چالیس آدمی خاص اہلِ قریش کے ہیں جن کا سردار ابو سفیان ہے اور اس کے ہمراہیوں میں عمرو بن العاصی و مخرمۃ بن نوفل ہیں۔ آپ ﷺ نے مسلمانانِ مہاجرین و انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جمع کرکے اس قافلے کی طرف پیش قدمی کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ (ابن خلدون/اول/71)

اتفاق سے یہ خبر رفتہ رفتہ ابو سفیان تک پہنچ گئی اس نے مسلمانوں سے ڈر کر ضمضم بن عمرو غفاری کو اجرت دے کر مکہ کی طرف روانہ کیا اور یہ کہلا بھیجا کہ تمھارا قافلہ محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کے تابعین کی وجہ سے معرض زوال میں ہے، دوڑو اور اپنے قافلے کو بچاؤ۔ چنانچہ اہلِ مکہ یہ سنتے ہی سب کے سب نکل کھڑے ہوئے سوائے چند افراد کے جن میں ابولہب بھی تھا۔ ابو سفیان اپنے قافلے کو ساحل کے

ساتھ ساتھ لے کر مکہ کی جانب چلا تو راستے میں اہلِ مکہ بھی مل گئے اس نے خوش ہو کر کہا چلو واپس چلو ہمارا قافلہ صحیح و سالم بچ آیا مگر ابو جہل نے ابو سفیان کے مشورے کو رد کر دیا اور فوج کو بدر تک جانے پر اصرار کیا۔ اس نے بڑے تکبر اور غضب سے کہا، خدا کی قسم! ہم واپس نہیں جائیں گے ہم بدر تک جائیں گے اور تین دن وہاں ٹھہریں گے اور اونٹ ذبح کریں گے اور کھائیں گے کھلائیں گے اور شراب نوشی کریں گے اور گلوکارائیں ہمارے لیے گانے گائیں گی اور عرب ہمارے متعلق اور ہماری پیش قدمی سے متعلق سنیں گے تو ہمیشہ ہم سے ڈرتے رہیں گے۔ (سبل الہدی والرشاد، 4:29)

جب سرور کونین ﷺ کو مشرکین مکہ کی پیش قدمی، ان کی تعداد اور ان جنگی تیاریوں کے بارے میں پتا چلا، آپ ﷺ نے مہاجرین و انصار کو جمع کر کے مشورہ کیا۔ پہلے مہاجرین نے نہایت خوبصورتی اور بسر و چشم ہر حکم بجالانے کا اقرار کیا اور اس کے بعد آپ ﷺ نے انصار کی طرف رخ کیا ان میں سے حضرت سعد بن معاذ نے نکل کر عرض کیا "اے رسول اللہ ﷺ! ہم نے آپ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی ہے۔ اگر آپ ﷺ دریا میں کودنے کو فرمائیں گے تو ہم اس میں بھی غوطہ لگا دیں گے۔ آپ ﷺ اللہ کے نام پر ہمارے ساتھ چلئے، ہم ساتھ چھوڑنے والوں میں سے نہیں ہیں۔" آنحضرت ﷺ یہ سن کر خوش ہو گئے اور یہ ارشاد فرمایا: "کہ تم لوگوں کو بشارت ہو، کہ اللہ جل شانہٗ نے مجھ سے فتح و نصرت کا وعدہ فرمایا ہے۔" (طبقات ابن سعد، 1:315)

رمضان المبارک، سن ہجری، بروز جمعہ :

اشراق کے بعد کفار کی فوج اپنے دلدلی حصہ زمین سے اسلامی فوج کی طرف بڑھی اور بدر کی بے شجر وادی میں دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں، ایک جانب لوہے میں ڈھکے ہوئے سر تا پا مسلح فنِ جنگ کے خوب ماہر قہر مجسم ایک ہزار قریشی سرداروں، پہلوانوں اور نامور بہادروں کی پیش قدمی ہے تو دوسری جانب 313 اسلامی لشکر کے افراد کہ جن کے پاس مکمل جنگی ساز و سامان بھی نہیں ہے اکثر کے لباس بھی پھٹے پرانے ہیں۔ تمام ظاہری آثار بتاتے ہیں کہ قریشی لشکر اسلامی لشکر کا صفایا چند لمحوں میں بڑی آسانی سے کر دے گا۔

سب سے پہلے مغرور سردار عتبہ بن ربیعہ اپنے بھائی شیبہ اور بیٹے ولید کے ساتھ آگے بڑھا اور بڑے زعم سے مبارزت طلب کی، انصار اصحاب میں سے حضرات عوف، معاذ اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم مقابلہ کے لیے آگے بڑھے تو عتبہ نے کہا کہ ہم انصار مدینہ سے مقابلہ نہیں چاہتے تم ہمارے جوڑ کے نہیں مہاجرین میں سے کسی کو جرأت ہو تو آگے آئے، تب چیلنج دینے والے اس مغرور کے سردار کے ایک فرزند (جو مسلمان ہو چکے تھے) حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاہا کہ اپنے کافر باپ کا مقابلہ کریں مگر حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ نے آپ کو روک دیا اور آپ ﷺ نے اپنے محترم چچا اسد اللہ و اسد الرسول حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبیدہ ابن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آگے بھیجا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شیبہ بن ربیعہ کو ایک ہی وار میں واصل جہنم کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی آنِ واحد میں ولید بن عتبہ کا خاتمہ کیا اور عتبہ بن ربیعہ اور حضرت عبیدہ کے باہم مقابلے میں حضرت عبیدہ کے پاؤں کٹ گئے تو حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عتبہ کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ (تاریخ طبری، 1:179)

تین ممتاز و معزز و نامور سردارانِ قریش کے اس طرح مارے جانے پر کفار کی فوج میں صف ماتم بچھ گئی اور عجیب ہیبت کی دھاک بیٹھ گئی۔ اسلامی لشکر میں فرطِ فرحت و تشکر سے احد... احد... اور اللہ اکبر... اللہ اکبر... اللہ اکبر... کے فلک بوس نعرے گونجنے لگے جو کفار کے حق میں جگر شگاف تھے۔ بعد ازاں کفار نے اپنے مقام سے تیر برسائے جن سے حضرت مبجع بن صالح اور حضرت حارثہ بن سراقہ شہید ہو گئے۔ اور پھر گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی۔ لشکر اسلام کے علم بردار حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے حقیقی بھائی جو مشرک تھا عبداللہ بن عمیر کو قتل کیا اور حضرت سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے حقیقی ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو قتل کیا۔

میدانِ کارزار کا ایسا ہولناک منظر تھا کہ گویا زمین پر زلزلہ تھا، پہاڑ لرز رہے تھے، اور آسمان پھٹ رہا تھا، حضور انور و اقدس سپہ سالارِ لشکر اسلام علیہ افضل التحیۃ والصلوٰۃ والسلام داخل عریش ہوئے اور دونوں مبارک ہاتھوں کو پھیلا کر حق تعالیٰ جل جلالہٗ عم نوالہٗ سے نہایت خلوص و عجز سے عرض کرنے لگے "یا الٰہ العالمین، یا ذوالجلال والاکرام اگر آج اس میدان میں یہ نہتے مسلمان کٹ جائیں اور مٹ جائیں تو پھر تیری عبادت کرنے والے بندے دنیا میں کوئی باقی نہ رہیں گے، یا الٰہی تیری عبادت کرنے والے ان نہتے مسلمانوں کو آج فتح سے نواز، اے مولیٰ تیرا وہ وعدہ کہ مسلمانوں کو فتح سے سرخرو فرمائے گا اب پورا

فرما...الخ۔(سیرت ابن ہشام، 2:627 و مسلم 2:93)

چنانچہ اس دن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مختصر سی جماعت نے جو تعداد اور ساز و سامان دونوں لحاظ سے دشمن سے کم تھی ایسی جرأت، ہمت اور استقلال سے مقابلہ کیا اور اپنے امیر جناب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایسی اطاعت کی اور رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے بروقت اور برمحل ماہرانہ فیصلے فرمائے کہ جن سے جنگ کا نتیجہ حیرت انگیز طور پر مسلمانوں کے حق میں نکلا اس جنگ میں ستر کافر مارے گئے۔ ستر گرفتار ہوئے اور چودہ مسلمان مقام شہادت سے سرفراز ہوئے۔؟ تعالیٰ نے اپنے نبی برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا قبول کرلی اور کفار کو ذلیل و خوار کر دیا۔

شہداء و شرکائے بدر کی فضیلت:

رفاعہ بن رافع الزرقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے

"جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا آپ اہلِ بدر کو مسلمانوں میں کیسا سمجھتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا! سب مسلمانوں سے افضل سمجھتا ہوں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ فرشتوں میں سے جو فرشتے بدر میں حاضر تھے ان کا درجہ بھی ملائکہ میں ایسا ہی سمجھا جاتا ہے۔" (بخاری: کتاب المغازی، باب شھود الملٰئکۃ بدرا، فتح الباری، 7:362)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہلِ بدر کو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بخش دیا ہے اب تم جو چاہو سو کرو۔"

(ابوداؤد شریف، 2:291۔292، مطبوعہ امدادیہ ملتان)

اندلس کے مشہور سیاح محمد بن جبیر (متوفی 27 شعبان 614ھ) نے بدر کے حال میں یوں لکھا ہے۔

"اس موضع میں کھجور کے بہت باغات ہیں۔ اور آبِ رواں کا ایک چشمہ ہے۔ موضع کا قلعہ بلند ٹیلے پر ہے۔ اور قلعہ کا راستہ پہاڑوں کے بیچ میں ہے۔ وہ قطعہ زمین نشیب میں ہے جہاں اسلامی لڑائی ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت اور اہلِ شرک کو ذلت دی۔ آج کل اس زمین میں کھجور کا باغ ہے اور اس کے بیچ میں گنج شہیداں ہے۔ اس آبادی میں داخل ہوتے وقت بائیں طرف جبل الرحمۃ ہے۔ لڑائی کے دن اس پہاڑ پر فرشتے اترے تھے۔ اس پہاڑ کے ساتھ جبل الطبول ہے۔ اس کی قطع ریت کے ٹیلے کی سی ہے۔ کہتے ہیں ہر شب جمعہ کو اس پہاڑ سے نقارے کی صدا آتی ہے۔ اس لیے اس کا نام جبل الطبول رکھا ہے۔ ہنوز نصرت نبوی اکا یہ بھی ایک معجزہ باقی ہے۔ اس بستی کے ایک عرب باشندے نے بیان کیا کہ میں نے اپنے کانوں سے نقاروں کی آواز سنی ہے اور یہ آواز ہر جمعرات اور دوشنبے کو آیا کرتی ہے اس پہاڑ کی سطح کے قریب حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے تشریف رکھنے کی جگہ ہے اور اس کے سامنے میدانِ جنگ ہے۔" (سیرت رسول عربی: 137 و رحلۃ ابن جبیر: 192)

ظہور معجزات:

معرکہ بدر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کئی معجزات ظاہر ہوئے، میدان جنگ میں اپنی صفوں کو لے کر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میدان کے وسط میں تشریف لائے اور جنگ سے ایک روز قبل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے عصائے مبارکہ سے مختلف لکیریں میدان میں کھینچتے ہوئے فرمایا: "کل یہاں عتبہ بن ربیعہ کی موت ہوگی، اور یہاں اس دور کے فرعون ابوجہل کی موت واقع ہوگی، الغرض مشرکین کی موت اور ان کے مقتل کی جیسی نشاندہی فرمائی گئی تھی اس سے ہٹ کر وقوع نہ ہوا۔" (مسلم شریف، 2:102)

حضرت عکاشہ کے پاس ایک زنگ آلود پرانی تلوار تھی جو ٹوٹ گئی تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میدان سے ایک سوکھی جنگلی جلانے والی لکڑی اپنے دست مبارک سے اٹھا کر انہیں دے دی اور ارشاد فرمایا: "جاؤ اس سے لڑو" وہ لکڑی حضرت عکاشہ کے ہاتھ میں ایک سفید چمکدار فولادی تیز تلوار بن گئی اور عرصۂ دراز تک (11 ہجری) ان کے پاس رہی۔ اسی طرح حضرت سلمہ بن اسلم انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی حضور نے کھجور کی سوکھی شاخ دی جو کہ فوراً ایک تیز دھار تلوار بن گئی۔ حضرت رفاعہ بن رافع بن مالک خزرجی انصاری و حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زخمی آنکھوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے لعابِ دہن سے تندرست کر دیا۔ (ابن کثیر، 2:446۔447)

کفر و اسلام کے پہلے معرکہ میں نہ صرف رسول عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قائدانہ صلاحیتیں اور حربی امور کی ماہرانہ اصول اجاگر ہوئے۔ بلکہ اس عظیم معرکے میں مجاہدین اسلام کے لیے بہت سے قیمتی اسباب پوشیدہ ہیں۔ غزوہ بدر میں ابتدا سے آخر تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دفاع، حملہ اور دوسرے اہم مراحل میں لشکر اسلام پر مکمل کنٹرول قائم رکھا۔ صحابہ کرام رضی عنہم کے جذبہ جہاد و شہادت کو اجاگر کیا اور ہر حال میں امیر کی اطاعت کا حکم دیا۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی عنہم نے میدان جہاد میں جتنے بھی کارہائے نمایاں سر انجام دیئے۔ یہ تمام

"اطاعت امیر" کا نتیجہ تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اس "تین سو تیرہ" کے بظاہر معمولی لشکر نے وہ غیر معمولی کام کر دکھایا جو تاریخ اسلام کے ماتھے کا "جھومر" ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں جذبہ جہاد اور جذبہ اطاعت اس قدر موجزن تھا کہ؟ تعالیٰ نے ان کو کبھی مایوس نہ کیا۔ بلکہ ان کی نصرت کے لیے فرشتوں کے غول کے غول بھیج کر فتح و نصرت کو مسلمانوں کی جھولی میں لاڈالا۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

معرکہ بدر نے یہ ثابت کر دیا کہ محض وسائل اور سپاہیوں کی کثرت فتح و نصرت کے لئے کافی نہیں۔ بلکہ ایمان کی قوت اور جذبہ جہاد و شوق شہادت کی بدولت کوئی بھی اقلیت اکثریت پر غالب آسکتی ہے۔ بس پختہ ارادوں کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے پیارے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دین و دنیا میں کامیابی عطا فرمائے۔ آمین

***

غزوۂ بدر کے سماجی اثرات

از: ڈاکٹر ساجد خاکوانی

جس معرکے میں محسن انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بذات خود شریک ہوئے مورخین اسلام نے اس کو غزوہ قرار دیا ہے۔ غزوہ بدر اسلام کا سب سے پہلا اہم ترین غزوہ ہے۔ محسن انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ ابوسفیان کے تجارتی قافلے کو تلاش کرنے کے لیے نکلے تھے، جنگ کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ ابوسفیان کے قافلے کی حفاظت کے لیے مکہ سے قریش امڈ پڑے اور مسلمانوں پر جنگ مسلط کر دی گئی۔

مسلمان فتح یاب ہوئے۔ کافروں کے ستر بڑے بڑے سردار مارے گئے اور اتنے ہی گرفتار ہوئے۔ گرفتار شدگان میں سے دو کو محسن انسانیت نے قتل کروادیا کیوں کہ وہ ذات نبوی کی توہین کیا کرتے تھے۔ بدر کے قیدیوں کو باندھ کر لشکر اصحاب رسول کے ساتھ آپ عازم مدینہ ہوئے تو ایک منزل چلنے کے بعد ایک شاعر کو بلایا اور حضرت علی کو حکم دیا کہ اس کا سر قلم کر دو، ایک منزل مزید چلنے کے بعد آپ نے ایک اور شاعر کو طلب کیا اور اس کے قتل کا بھی حکم صادر فرمایا۔

مدینہ طیبہ پہنچنے کے بعد باقیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا۔

ایک نئی ریاست کے قیام کے ساتھ ہی بیرونی دشمن کا حملہ ریاست کی بنیادوں کو ہلا دیتا ہے اور بعض اوقات ریاست کے وجود کو برقرار رکھنا مشکل ہو جاتا ہے مگر یہ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت، مسلمانوں کے عزم مصمم اور جذبہ ایمانی کی بدولت ممکن ہو کہ مسلمانوں نے نئی ریاست کے قیام کے ساتھ غزوہ بدر نہ صرف فتح کیا بلکہ دشمن کے سامنے دین اسلام کی حقانیت کی دلیل قائم کر دی اور مستقبل میں اسلامی ریاست کی فتوحات کا آغاز کر دیا۔ غزوہ بدر کے درج ذیل اثرات مرتب ہوئے:

دفاعی اثرات:

معاش اور دفاع، انسانی معاشرے کے دو اہم ستون ہیں، بظاہر اور سطحی نظر سے معاش زیادہ اہم نظر آتا ہے کہ کھانے پینے پر انسانی زندگی کا انحصار ہے۔ لیکن حقیقت اسکے بالکل برعکس ہے کیونکہ بچے کے اس دنیا میں آنے سے قبل ہی اس کا دفاعی نظام کام کرنا شروع کر دیتا ہے۔ نومولود ابھی ماں کے پیٹ سے برآمد ہو رہا ہوتا ہے کہ ماحول کے جرثومے اس پر حملہ آور ہو چکتے ہیں، بچے کے زندہ بچ جانے کا انحصار اس دفاعی نظام کی کامیابی پر ہے بصورت دیگر موت کے مہیب سائے اسے اپنی آغوش میں لے کر منوں مٹی کے نیچے داب دیتے ہیں۔

محسن انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگرچہ قافلے کی تلاش میں نکلے کہ پیش نظر معاش تھا لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی مقصود تھا اور وہ عین فطرت انسانی کے مطابق تھا کہ معاش سے قبل دفاع مضبوط کیا جائے، خواہ پیٹ پر پتھر باندھ کر ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ میدان بدر کا پہلا نتیجہ مسلمانوں کی دفاعی کامیابی تھی اور دشمن کی دفاعی شکست تھی اگرچہ دشمن اپنی معاش یعنی وہ قافلہ بچانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ قرب و جوار کے قبائل پر خاص طور پر اور دیگر عرب قبائل پر عام طور پر دھاک بیٹھ گئی کہ قریش جو صدیوں سے ناقابل تسخیر تھے مسلمان قوت کے ہاتھوں بری طرح پٹ گئے۔ مشیتِ ایزدی میں معاش سے پہلے

دفاعی شکست میں یہ پہلو بھی غالب ہوسکتا ہے کہ معاشی شکست کے بعد معاشی اٹھان ممکن ہوسکتی ہے جس سے دفاعی قوت کا دوبارہ حصول یقینی ہے لیکن دفاعی شکست کے بعد اس طرح کمر ٹوٹتی ہے کہ پھر سر اٹھانا ممکن ہی نہیں رہتا اور دشمن کی معاش پر بھی قبضہ کرنا آسان ہوجاتا ہے۔

معاشرتی اثرات:

قریش مکہ کی معاشرتی بنیادیں ان کے سرداری نظام میں پنہاں تھی۔ مکہ مکرمہ کے قبائلی نظام میں سرداران قوم اس قوم کے معاشرتی راہنما تھے۔ تمام معاشرتی اقدار انہیں سرداران قریش کی عملی روایات سے پھوٹتی تھیں اور انہیں پر ہی تکمیل پذیر ہوجاتی تھیں۔

غزوہ بدر میں قریش کے ستر بڑے بڑے سردار تہ تیغ ہوئے۔ ابوجہل نے اپنا سر قلم کرنے والے سے اس کی خاندان کی بابت پوچھا اور جواب سن کر کہا کہ ہائے اب کیا میں ایک نیچ خاندان والے فرد کے ہاتھوں مارا جاؤں گا اور مجھے قتل کرنے کے لیے کوئی اعلیٰ نسل کا خاندانی آدمی بھی نہ آیا؟؟؟۔ پھر ابوجہل نے قتل کرنے والے سے کہا کہ میرا سر ذرا نیچے سے کاٹنا تاکہ جب سروں میں میرا سر پڑا ہو تو وہ اونچا نظر آئے اور دیکھنے والے کو پتہ چلے کہ کسی سردار کا سر ہے۔

حضرت بلال نے اپنے سابق آقا کو تاک کر ایسا نیزہ مارا کہ وہ واصل جہنم ہوا۔ قریش کے تمام سرداروں کی لاشوں کو بدر کے کنویں میں انڈیل دیا گیا اور آپ نے کنویں کی منڈیر پر کھڑے ہوکر ایک ایک کا نام پکارا اور پوچھا کہ میرے رب نے میرے ساتھ تو اپنا (فتح کا) وعدہ پورا کردیا ہے تو کیا تمھارے ساتھ بھی (عذاب کا) وعدہ پورا ہوا ہے؟ قریش مکہ کی ایک معاشرتی روایت تھی کہ مرنے والے پر بآواز بلند آہ وبکا کیا کرتے تھے، بدر کی بدترین شکست کے بعد اپنی خفت مٹانے کے لیے سرداران قریش نے مقتولین بدر پر رونے پیٹنے کی پابندی لگادی تھی۔

ایک بار پڑوس سے رونے کی آواز آئی ایک بوڑھے نے اپنے پوتے کو بھیجا کہ جاؤ دیکھ آؤ کیا مقتولین بدر پر رونے کی اجازت مل گئی ہے تو اس کے پوتے نے بتایا کہ پڑوسی اپنے اونٹ کی گمشدگی پر رو رہا ہے، اس پر اس بوڑھے نے بڑے دل سوز اشعار کہے کہ ہمیں تو بیٹے پر رونے کی اجازت نہیں اور وہ اپنے اونٹ کا گریہ کر رہا ہے۔

تعلیمی اثرات:

اللہ تعالیٰ نے تخلیق کے آدم علیہ السلام کے فوری بعد جب کہ ان کا جسم کپڑوں سے ناآشنا تھا، شکم خالی تھا اور رشتہ دار عنقا تھے اولین جو ضرورت پوری کی وہ ترسیل تعلیم تھی۔

اسی طرح بچہ دنیا میں آنے سے قبل ہی قدرت کے ہاں سے اپنی حاجات ضروریہ کی تعلیم حاصل کرکے آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے رو کر اپنے اظہار کی تعلیم دے کر بھیجتا ہے اسکے سارے اعضائے جسمانی اپنا اپنا کام سیکھ کر اس دنیا میں وارد ہوتے ہیں اور آدم علیہ السلام کو تعلیم میں برتری کے باعث ہی خلافت ارضی کا منصب عطا ہوا تھا۔

غزوہ بدر کے اثرات میں فروغ تعلیم ایک اور بڑا عنصر ہے۔ اس زمانے میں تعلیم کا کوئی بہت زیادہ رواج نہ تھا اور مکہ جیسے قلب عرب میں کل 17 پڑھے لکھے افراد تھے۔ عرب اگرچہ اپنی زبان دانی کی بنیاد پر دوسروں کو عجمی یعنی گونگا کہتے تھے لیکن انکی اپنی زبان بھی ہنوز اعراب، نقطوں اور ڈنڈوں سے ناآشنا تھی، ان حالات میں نظر نبویa مسلمان بچوں کی خواندگی کی طرف اٹھی اور قیدیان بدر میں سے پڑھے لکھے لوگوں کو اس شرط پر آزاد کردیا گیا کہ وہ مسلمان بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھادیں اگرچہ وہ معلم غیر مسلم ہی تھے۔

درس انسانیت: غزوہ بدر سے پہلے پوری انسانی تاریخ میں کہیں یہ تصور ہی موجود نہ تھا کہ جنگی قیدیوں کو رہا بھی کیا جاسکتا ہے، بڑی بڑی تہذیبیں اور علمی و تعلیمی تحریکیں اپنی اپنی عمر پوری کرچکی تھیں لیکن کسی کے ہاں انسانیت کا یہ تصور خیال بن کر بھی نہ ابھرا کہ جنگی قیدی کو حق زندگی بھی حاصل ہوسکتا ہے۔ کل کے کل مردان جنگی تہ تیغ کردیے جاتے تھے اور مفتوحہ علاقوں کے زن و مرد غلام بناکر ہانک لیے جاتے تھے اور نسلوں تک طوق غلامی انکی گردنوں کا زیور بنے رہتے۔

محسن انسانیت ﷺ نے انسانی تاریخ عالم میں سب سے پہلے جنگی قیدیوں کو آزاد کیا جبکہ انہیں یہ مشورہ دیا بھی گیا تھا انکو قتل کر دیا جائے۔ اس سے بڑھ کر درس انسانیت کہاں سے آئے گا کہ محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ کروٹ پر کروٹ لیے چلے جارہے ہیں اور مسلمان پوچھتے ہیں کہ ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں نیند کیوں نہیں آرہی؟ فرمایا چچا عباس (جو جنگی قیدیوں میں سے تھے اور ان کی مشکیں کسی ہوئی تھیں) انکی آہیں سونے نہیں دیتیں، پہرے پر موجود مسلمانوں نے چچا عباس کی رسیاں ڈھیلی کردیں اور وہ آسودہ ہوکر محو استراحت ہوچکے۔ لیکن آپ ﷺ ابھی بھی کبھی ادھر کروٹ لیتے ہیں اور کبھی ادھر۔

مسلمانوں نے پھر عرض کیا ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اب نیند کیوں نہیں آرہی؟ ارشاد ہوا جب جرم سب کا برابر ہے تو

سب کی رسیاں ڈھیلی کرو پھر صرف عباس بن عبدالمطلب کی ہی کیوں؟ چنانچہ سب جنگی قیدیوں کی رسیاں ڈھیلی کردی گئیں تو پہلے جنگی قیدیوں پر نیند کی دیوی مہربان ہوئی اور بعد میں محسن انسانیت نے آرام فرمایا۔

سیاسی اثرات:

یہ معرکہ بدر کے اثرات میں سے وہ اہم اثر ہے جس کا براہ راست اثر نومولود مسلمان معاشرے پر ثبت ہوا۔ وہ مسلمان جو تیرہ سال تک مکہ کی سرزمین پر پٹتے رہے، ماریں کھاتے رہے، پتھر سہتے رہے، گرم ریت پر لٹائے جاتے رہے، جن کی راتوں کا چین اور دن کا سکون چھین لیا گیا تھا حتی کہ مکہ مکرمہ جیسے آبائی وطن کی سرزمین ان پر تنگ کردی گئی اور وہ ہجرت پر مجبور ہوگئے۔

پھر مدینہ منورہ میں بھی پورا عرب، منافقین اور یہود مدینہ انہیں نعوذ باللہ بھگوڑے سمجھتے رہے، مجرم گردانتے رہے اور سازشیں تیار کی جاتی رہیں کہ کب اور کس طرح انہیں قریش کے حوالے کردیا جائے۔ ان حالات میں انہیں مکہ والوں کے خلاف جنگ لڑ کر فتح حاصل کرنا، انہیں تہ تیغ کرنا اور بڑے بڑے سرداروں کو جن کی گردنیں خم نہ ہوتی تھیں اور جن کے ہاتھ کوڑے مار مار کر تھکتے نہ تھے انکی لاشیں بے گوروکفن مٹی میں رلتے ہوئے دیکھنا اور بقیہ کو گرفتار کر کے ساتھ لے آنا اور سینکڑوں قریش مکہ کو میدان سے ذلت وشکست خوردگی کے ساتھ جانیں بچا کر بھاگتے ہوئے دیکھنا خوشی مسرت اور اعتماد نفسی کا وہ ذریعہ ہے جو شاید کسی اور طریقے سے کبھی حاصل نہ ہو سکتا تھا۔ اب وہی مار کھا کھا کر ہجرت کرنے والا مسلمان فاتح ہے، جنگ جیت کر پرانے قرض چکانے کے مقام پر ہے اور غلام، غریب اور مجرم اب مد مقابل ہے اور جیت کے احساس کے ساتھ رب کے سامنے شکر گزار ہے۔

یوم الفرقان:

قرآن عظیم نے اس جنگ پر تبصرہ کرتے ہوئے اسے یوم الفرقان کہا ہے یعنی حق اور شر کے درمیان فرق کرنے والا دن۔ بظاہر حالات بتاتے تھے کہ مسلمانوں کی شکست یقینی ہے 313 افراد اور واجبی سے کپڑوں کے ساتھ ہتھیار بھی سلامت نہیں تھے جبکہ پورے لشکر میں کل دو سو گھوڑے اور باربرداری کے لیے دس بارہ اونٹ تھے اور مقابلہ اس لشکر جرار کے ساتھ تھا جو سر سے پاؤں تک لوہے میں ڈوبا ہوا تھا اور ہتھیاروں اور گھوڑوں کی کوئی کمی نہ تھی، لشکریوں کے لیے ایک دن 90 اور دوسرے دن 100 اونٹ ذبح کیے جاتے تھے۔ ان حالات میں قرآن کے مطابق صرف حق کی قوت تھی اور قیادت نبوی تھی جس نے مسلمانوں کو فتح سے ہمکنار کیا تھا۔ اس فتح مندی سے حق اور باطل کا فرق ظاہر ہو گیا تھا اور میدان بدر کے اس فرق واضح کرنے والے کردار کے باعث اس دن کو یوم فرقان کہا گیا۔

مذہبی اثرات:

یہود مدینہ جو قدیم آسمانی کتب کے حامل تھے اور منافقین جو اندر سے مسلمانوں کے دشمن تھے غزوہ بدر سے قبل یہ دونوں گروہ پھولے نہیں سما رہے تھے اب مسلمانوں کا قلع قمع ہو چکے گا اور بھلا قریش سے ٹکر لے کر کون بچ سکتا ہے اور بس ایک آدھ دن میں اس نئے نبی کا دین قصہ پارینہ ہو کر کتابوں میں دفن ہونے والا ہے العیاذ باللہ تعالی۔ اور یہاں تک کہ انہوں نے مدینہ منورہ میں موجود مسلمانوں کے گھرانے اور عورتیں بچے بھی آپس میں بانٹ لیے تھے کہ شکست کی خبر آتے ہی کسے کیا کیا ملے گا۔

لیکن نتائج نے سب کو حیران کردیا جب مسلمان لشکر فاتحانہ انداز سے اپنے گھروں کو لوٹا تو اس سے مسلمانوں کے نومولود مذہب کی حقانیت ان دونوں گروہوں کے دلوں پر ثبت ہوگئی۔

معاشی اثرات:

لٹے پٹے مسلمان ہجرت کر کے تو مدینہ پہنچے تھے، ان کے لیے اپنی جان بچا آنا بھی بہت بڑی کامیابی تھی۔ ایسے میں جب ایک چھوٹی سی بستی میں بہت سے مہاجر آن پہنچیں اور اوپر سے جنگ کا خوف اور یہود و منافقین کی سازشیں ہر دم تلوار کی طرح سر پر لٹک رہی ہوں تو ان امور کا لازمی نتیجہ معاشی بدحالی تھا۔۔ غربت اور فاقہ کشی کے ان حالات میں قیدیان بدر سے حاصل کیا گیا فدیہ مسلمانوں کی معاشی حالت سنبھالنے کا باعث بنا۔

جو صحابۂ کرام بدر میں شریک ہوئے انہیں بدری صحابی کہا جاتا ہے، بعد کے ادوار میں ان کا وظیفہ مقرر کردیا گیا تھا جو انہیں تاحیات ملتا رہا لیکن ایسے صحابی بھی تھے جو سارا مہینہ قرض لے کر گزارا کرتے اور وظیفہ ملنے پر پہلے قرض لوٹاتے اور پھر باقی رقم صدقہ کردیتے اور اگلا مہینہ پھر ادھا اٹھا اٹھا کر گزارہ کرتے۔

شہدائے بدر:

قیامت تک زندہ رہنے والی اس امت میں شہدائے بدر وہ خوش قسمت گروہ ہے جس کی نصیب حاصل کرنے کی خواہش ہی کی جاتی رہے گی۔ روایات کے مطابق یہ لوگ جب جنت میں داخل کیے گئے اور نعمتیں دیکھ کر حیران ہوگئے، (باقی ص:35 پر)

نقد و نظر

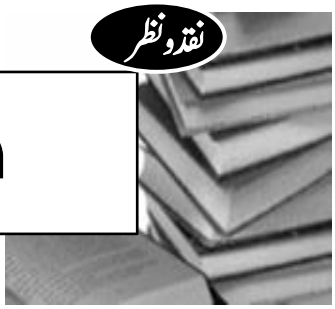

فضائل حرمین-ایک جائزہ

تبصرہ نگار: مبارک حسین مصباحی

اس وقت ہمارے پیش نظر "فضائل حرمین" ہے، اس میں حرمین طیبین کی مقدس تاریخ ہے اور بطور خاص خانۂ کعبہ، گنبد خضریٰ اور مبارک مقامات کے فضائل و مناقب ہیں۔ ہر دور میں دنیا کے مسلمانوں کی یہ تمنا رہی کہ اے کاش! ہمیں زیارت حرمین کا موقع نصیب ہو جائے۔ حج بیت اللہ شریف استطاعت کی شرط کے ساتھ زندگی میں ایک بار فرض ہے اور بارگاہ رسول ﷺ میں حاضری کمالِ ایمان کی علامت اور شفاعت مصطفیٰ کی ضمانت ہے۔ ان دونوں مقدس مقامات پر مختلف زبانوں میں بے شمار کتابیں لکھی گئیں، قرآن عظیم اور احادیث نبوی میں بھی ان کے فضائل و مناقب کے بحرِ ذخار ہیں، انھیں ذخائر سے مقتبس پیشِ نظر تالیف بھی ہے، جسے ہمارے مولانا توفیق عالم مصباحی زید فضلہ نے بڑی عقیدت و محبت سے جمع فرمایا ہے۔ انھوں نے اس بابرکت کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے (1) حرم مکہ (2) حرم مدینہ۔

مکہ شریف کی تاریخ اگرچہ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد سے شروع ہوتی ہے مگر خانۂ کعبہ تخلیقِ آدم سے قبل اسی مقام پر پانی میں پہلے ملائکہ نے بنایا تھا، اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام حضرت شیث علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام وغیرہ اپنے اپنے عہد میں اسے تعمیر فرماتے رہے۔ حضرت مرتب نے خانۂ کعبہ اور مکہ شریف کی تاریخ و فضیلت پر روشنی ڈالنے کے بعد قرآنی آیات اور احادیث نبویہ سے بھی گفتگو کی ہے۔ اللہ تعالیٰ خانہ کعبہ کے تعلق سے ارشاد فرماتا ہے:

"اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِیْنَ ۚ" (سورۃ آل عمران، آیت:92)

ترجمہ: بے شک سب میں پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کو مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا سارے جہان کا راہنما۔ (کنزالایمان)

خانہ کعبہ روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کا اولین عبادت خانہ ہے، ہر دور میں دنیا بھر کے مسلمان خوف و خشیت اور عشق و اطاعت سے لبریز ہو کر فریضۂ حج ادا کرتے رہے ہیں، خانۂ کعبہ کی وجہ سے مکہ مکرمہ بھی قدیم ترین آبادی ہے، اربوں سلام ہوں اس آخری پیغمبر پر جن کی ولادت با سعادت خانۂ کعبہ سے قریب ہی ایک مقدس مقام پر ہوئی، جسے مولد النبی ﷺ کہا جاتا ہے۔ خود ہم نے متعدّد بار اس کی زیارت اور حصول فیض کا شرف حاصل کیا ہے۔ آپ کی ولادت مبارکہ نے اس شہر کی عظمتوں کو دیگر شہروں سے بلند تر مقام عطا فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی آمد کے بعد شہر مکہ شریف کی قسم یاد فرمائی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"لَاۤ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ وَ اَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ" (سورۃ البلد، آیت:1، 2)

ترجمہ: مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔ (کنزالایمان)

دونوں جہاں کے مالک و مختار نے ارشاد فرمایا: اس امت سے ہرگز برکت زائل نہیں ہوگی جب تک حرم مکہ کی تعظیم کرتی رہے گی جس طرح تعظیم کا حق ہے اور جب اس کی تعظیم ترک کر دے گی ہلاک ہو جائے گی۔ (سنن ابن ماجہ، باب فضل مکہ، ص:232)

ہجرت کے وقت ہمارے آقا ﷺ نے حسرت بھرے انداز میں مکہ شریف کی جانب نگاہ شوق ڈالی اور ارشاد فرمایا: اے مکہ تو کتنا شان والا شہر ہے اور مجھے حد درجہ محبوب ہے، اگر میری قوم مجھے نہ نکالتی تو میں تیرے سوا کسی دوسری جگہ سکونت اختیار نہ کرتا۔

(جامع ترمذی، ج:2، ص232، مجلس برکات، مبارک پور)

نبی کریم ﷺ نے حرم کعبہ کو عزت و عظمت کی جگہ قرار دیا ہے اور اس کو امن و عافیت کا گہوارہ بنا دیا ہے، آپ کا ارشاد گرامی ہے: گھاس نہ کاٹی جائے، درخت نہ کاٹا جائے، شکار نہ بھگایا جائے۔ یہاں پڑی چیز کسی شخص کو لینا درست نہیں، سوائے اس کے ڈھونڈنے والے کے۔ یہ سن کر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے (آپ تجربہ کار

mubarakmisbahi@gmail.com

آدمی تھے)عرض کیا، مگر اذخر کاٹنے کی اجازت بخشیے ، کیوں کہ وہ ہمارے گھروں اور قبروں میں استعمال ہوتی ہے، آپ نے فرمایا: اذخر مستثنیٰ ہے۔(سنن نسائی،کتاب الحج،ص:25)

حرم کعبہ میں شکار کرنا حرام ہے، انہیں بھگانے اور کسی قسم کے نقصان پہنچانے کی بھی اجازت نہیں، بلکہ بے جان چیزوں کو بھی ختم کرنا درست نہیں، کسی انسان پر ظلم وتشدد اور دہشت گردی کی اجازت تو دنیا کے کسی گوشے میں نہیں ہے، مگر حرم مکہ میں اس کی سخت ممانعت ہے۔ مکہ مکرمہ میں عبادت و ریاضت کا بھی بے پناہ ثواب ہے۔ یہاں ایک نیکی ایک لاکھ کے برابر ہے اور ایک ختم قرآن ایک لاکھ قرآن عظیم کے ختم کرنے کے برابر ہے۔ آقا ﷺ نے فرمایا: جو شخص مکہ مکرمہ میں رمضان کا مہینہ پائے ، روزہ رکھے اور وسعت بھر عبادت کرے، اللہ تعالی اس کے لیے دوسری جگہ کی نسبت ایک لاکھ رمضان کا ثواب لکھے گا۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب صوم شہر رمضان بمکۃ، ص:225)

حرم مکہ شریف اپنے دامن میں بے شمار اوصاف و کمالات رکھتا ہے۔ حضرت مرتب نے مکہ مکرمہ کی مختصر تشریحات، تعمیر کعبہ کے مختلف مراحل پر اجمالی بحث، حدود حرم مکہ، مکہ مکرمہ میں عبادت و اطاعت کے فضائل، اس میں اقامت پذیر ہونا، مکہ مکرمہ میں دجال کا داخلہ ممنوع، مسجد حرام میں نماز پڑھنے کی فضیلت، حج ادا کرنے کے لیے فرشتوں اور انبیاے کرام علیہم السلام کا آنا، انبیاے کرام کے مقدس مزارات، حجر اسود کی تاریخی اور دینی اہمیت ،رکن یمانی کے پاس فرشتوں کا آنا، مقام ابراہیم کی تاریخی اور دینی توقیر، آب زمزم شریف کی فضیلت اور تاریخی اہمیت وغیرہ امور پر بڑی عشق انگیز گفتگو فرمائی ہے۔ آب زمزم کی اہمیت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ہمارے آقا ﷺ نے اپنا جوٹھا پانی اس میں ملایا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ چاہ زمزم شریف کے قریب تشریف لائے، ہم نے ان کے لیے ایک ڈول آب زمزم نکالا، آپ نے نوش فرمایا، پھر ڈول میں کلی فرمادی، ہم نے اس کلی والے پانی کو چاہ زمزم میں ڈال دیا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر آپ لوگوں کا چاہ زمزم پر ازدحام نہیں ہوتا تو میں اپنے ہاتھوں سے نکالتا۔

(مسند احمد بن حنبل، جز1، ص373، رقم حدیث:3527)

مرتب نے اس میں صفاومروہ ،منیٰ، عرفات، مزدلفہ اور خاص طور پر مولد النبی ﷺ اور مکہ شریف کی چند مساجد اور دیگر مقدس مقامات کا بھی ذکر خیر بڑی عقیدت و محبت سے کیا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول کریم ﷺ

تشریف لائے اور صحن کعبہ میں اترے، آپ نے حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالی عنہ کو بلایا، انھوں نے کنجی لاکر پیش کی اور دروازہ کھول دیا، رسول اللہ ﷺ کعبہ کے اندر گئے، آپ کے ساتھ حضرت بلال، حضرت اسامہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالی عنہ بھی گئے ، آپ کے حکم سے دروازہ بند کر دیا گیا، آپ اور یہ صحابہ اس میں کافی دیر ٹھہرے، اس کے بعد دروازہ کھول دیا، حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ میں جھپٹ کر سب لوگوں سے پہلے رسول اللہ ﷺ سے باہر ملا، حضرت بلال آپ کے پیچھے تھے ، میں نے حضرت بلال سے پوچھا: کیا رسول ﷺ نے نماز پڑھی تھی ؟ انھوں نے کہا: ہاں! میں نے پوچھا: کس جگہ ؟ انھوں نے کہا: اپنے سامنے کے دو ستونوں کے درمیان، حضرت ابن عمر نے کہا: میں یہ پوچھنا بھول گیا کہ آپ نے کتنی رکعت نماز پڑھی تھی۔

(صحیح مسلم، باب استحباب دخول الکعبۃ للحاج وغیرہ والصلوٰۃ فیہا، ص:428)

حدیث پاک سے واضح ہو گیا کہ نبی پاک ﷺ نے کعبہ میں نماز پڑھی، یہ آپ کی سنت کریمہ ہوئی، اس جہت سے کعبہ میں نماز پڑھنے کی فضیلت ظاہر ہے اور جو شخص سنت کریمہ ادا کرنے کی کوشش کرے وہ خیر کثیر اور فضل عظیم کا مستحق قرار پاتا ہے، یہ بھی کتاب و سنت سے ثابت ہے، یہی وجہ ہے کہ بیشتر صحابہ اس سنت پر عمل کرتے اور کعبہ کی فضیلت کے حصول کے لیے اس کے اندر نماز ادا فرماتے۔ حضرت ابوالشعثا کہتے ہیں: میں نے ایام حج میں بارہا اس کا مشاہدہ کیا۔ کہ اصحاب رسول بصد شوق بیت اللہ کے اندر نماز ادا کرتے، جن میں حضرت عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہم قابلِ ذکر ہیں۔"(ص:48،49)

(1)-فی رحاب البیت الحرام، سید محمد بن علوی مالکی، ص: 38-37

مدینہ منورہ بھی بڑی مقدس اور بابرکت سرزمین ہے ، اس کے ایک مقدس پہلو میں سرورِ دوجہاں، وجہ کون ومکاں ﷺ آرام فرما ہیں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان پر ایمان لانا بھی ایک بندۂ مومن کے لیے ضروری ہے حضرت امام مالک رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: مدینہ منورہ تمام شہروں کے فضائل کا جامع ہے اور اس کی فضیلت تمام شہروں سے

زیادہ ہے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ شعر فرماکر بات ہی ختم کردی۔ ؎

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

حضرت مرتب نے بڑی ہی عقیدت و محبت سے مدینہ منورہ اور وہاں موجود آثار و تبرکات کا ذکر کیا ہے۔ یہ طاعون سے ہمیشہ کے لیے دور رہے گا، اس سے خباثت و نجاست دور ہوتی ہے، مصائب پر صبر کرنے والوں کے لیے مژدۂ جاں فزا ہے، یہاں کی خاک اور کھجور میں مکمل شفا ہے۔ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اس کی مٹی میں ہر بیماری کا علاج ہے، یہاں تک کہ جذام اور برص کے لیے بھی اس میں شفا ہے۔ (وفاء الوفا، ج:1، ص:72)

نہ جس بیمار کو بھی ہو شفا سارے زمانے سے
اٹھالے جائے تھوڑی خاک ان کے آستانے سے

مسجد نبوی میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نماز پڑھنے کے برابر ہے۔ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری مسجد (مسجد نبوی) میں چالیس وقت کی نماز پابندی کے ساتھ ادا کی اس کے لیے آگ کے عذاب سے نجات لکھ دی جاتی ہے اور نفاق سے بھی۔

(مسند احمد بن حنبل، جز:3 ص:155)

کتاب میں مسجد نبوی کی تعمیری تاریخ اور متعدّد ستونوں کے فضائل و مناقب بھی ہیں، آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے حجرے اور میرے ممبر کے درمیان کا حصہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری (روضۃ الجنہ) ہے۔

(مسلم شریف، کتاب الحج، ص:446، مجلس برکات مبارک پور)

روضۃ الجنہ کا طول بائیس میٹر اور عرض پندرہ میٹر ہے۔ حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں، حضور کی قبر انور کی جگہ روئے زمین سے افضل و اعلیٰ ہے۔ (الشفاء، ج:2، ص:65)

امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: تربیت اطہر یعنی وہ زمین جو جسم اطہر سے متّصل ہے، کعبہ معظمہ بلکہ عرش سے بھی افضل ہے، باقی مزار شریف کا بالائی حصہ اس میں داخل نہیں۔

(فتاوی رضویہ مترجم، ج:10 ص:13)

سرکار کے روضۂ اقدس پر پہلے گنبد شریف نہیں تھا چاروں طرف سے نصف قد آدم چہار دیواری تھی، مصر، عراق اور شام میں مقتدر شخصیات کے مزارات پر گنبد بننا شروع ہوئے تو ان کی بڑی پذیرائی ہوئی۔ 678ھ میں حجرۂ مطہرہ پر لکڑی کے خوبصورت تختوں کا گنبد تعمیر ہوا۔ 1233ھ میں سلطان محمود بن عبدالحمید خان نے پہلے گنبد کو ہٹاکر از سر نو گنبد تعمیر کرایا۔ 1252ھ/1837ء میں گنبد شریف کا رنگ سبز کردیا گیا اور اس کے بعد اسے گنبد خضریٰ کہا جانے لگا۔

یہ تمام تفصیلات ہم نے پیش نظر کتاب ہی سے اخذ کی ہیں۔ گرامی قدر مولانا رفیق عالم مصباحی زیدت فیوضہ نے بڑی محنت سے ان تفصیلات کو جمع فرمایا ہے۔ کتاب کا لب و لہجہ بڑی حد تک رواں، شیریں اور پرکشش ہے۔ حوالوں کا بھی اہتمام کیا ہے۔ ہم کتاب کو مکمل پڑھنے کا شرف حاصل نہیں کرسکے مگر سرسری طور پر جو نظر آیا اس کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ کتاب قابل مطالعہ، عشق انگیز اور فیض بخش ہے۔ کتاب کی کمپوزنگ اعلیٰ ہے، کاغذ اور طباعت بھی دلکش ہے، صفحات 128 ہیں، قیمت 80 روپئے ہے۔

مولانا 10 اکتوبر 1989ء میں موضع بکوریا، ضلع پلاموں (جھارکھنڈ) میں پیدا ہوئے۔ حفظ و قراءت کی تکمیل 2005ء میں جامعہ نوریہ مجاہد ملت گیا، بہار میں کی، ایک سال کے توقف کے بعد دارالعلوم خیریہ نظامیہ سہسرام میں 2008ء تک اعدادیہ اور اولی پڑھا، اس کے بعد 10 شوال 1430ھ/یکم اکتوبر 2009ء کو جامعہ اشرفیہ مبارکپور میں جماعت ثانیہ میں داخلہ لیا، یکم جمادی الاخریٰ 1437ھ/مارچ 2016ء میں حافظ ملت جلالۃ علم حضرت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس کے موقع پر دستار فضیلت سے نوازے گئے، پیش نظر کتاب مولانا موصوف نے اس مبارک موقع کے لیے مرتب کی تھی۔ دوران تعلیم آپ نے تحریری مقابلوں اور جداریوں میں مسلسل لکھا اور لکھتے لکھتے بڑی حد تک لکھنا آ گیا ہے، ان کی تحریری مشق اگر اسی طرح جاری رہی تو ان شاء اللہ ایک دن بڑے قلم کار کی حیثیت سے معروف ہوں گے۔ مولانا تقریر و وعظ کا بھی اچھا ذوق رکھتے ہیں۔ آپ نیک مزاج، بلند اخلاق، محنتی اور جفاکش ہیں، پڑھنے اور حصول تربیت میں بھی اپنی شناخت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے وہ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل اس کتاب کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور ان کے علم و عمل کے ذوق و شوق میں دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین۔ ❊❊❊

خیابان حرم

مناقب

در شان نائب حضور حافظِ ملت، مرتبِ فتاویٰ رضویہ، جامع العلوم علامہ شاہ **حافظ عبد الرؤف** قدس سرہ نائب شیخ الحدیث دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور

حافظِ ملت کا بازو، مفتیِ اعظم کا چین

زہد و تقویٰ کے امیں اخلاص کے کوہِ گراں
اے کہ علم و فضل کے مواجِ بہرِ بے کراں

تیری پیشانی میں روشن حکمتوں کے ماہ تاب
تیری ہر ہر بات سے افکار کے موتی فشاں

تو امامِ اعظمِ دینِ متیں کا نقش گیر
حضرتِ رازی، غزالی کی نظر کا راز داں

وہ امامِ اہلِ سنت حضرتِ احمد رضا
اس کا مظہر ذات تیری، تو اسی کا اک نشاں

حافظِ ملت کا بازو، مفتیِ اعظم کا چین
حضرتِ صدر الشریعہ کے چمن کا پاسباں

حجتِ فارابی و سینا پہ تیرا حرفِ حق
دعویِ حقانیت کا ہے کوئی کوہِ گراں

ہیئت و توقیت و منطق، ہندسہ، علمِ جفر
اور نجوم و فلسفہ لوگارثم سائنس داں

تربتِ خاکی میں ہے فانوسِ علمِ مصطفیٰ
ذرہ ذرہ لمعۂ افکار کی ہے کہکشاں

تو ہے آفاقی ترا ہر ہر قدم آفاقیت
پھر قمر کچھ کہہ سکے تابِ سخن اس کو کہاں

مولانا قمر الحسن قمر بستوی

لائے کوئی کہاں سے تیری مثال

سادگی تیرے اہتمام میں تھی
خشک روٹی ترے طعام میں تھی

انفرادیت ایسی کام میں تھی
جیسے تنہائی ازدحام میں تھی

تیرا خامہ بلاغتوں کا امیں
اور فصاحت ترے کلام میں تھی

معترف اس کی دانش و بینش
وہ مشقت جو تیرے کام میں تھی

تیری حکمت کی کارفرمائی
اشرفیہ کے ہر نظام میں تھی

تشنہ لب ہم اسی کے طالب ہیں
مئے حکمت جو تیرے جام میں تھی

سر بجم جس کے سامنے افلاک
وہ بلندی ترے مقام میں تھی

نہیں عبد الرؤف تجھ کو زوال
لائے کوئی کہاں سے تیری مثال

مہتاب پیامی

جلوۂ عبد الرووف

ایسا ہنر تھا سینۂ عبد الرؤف میں
حد درجہ ان کی قدر ہے علمی صُفوف میں

دریا کی بیکرانی بھی ہے جس کے آگے ہیچ
وسعت تھی ایسی ان کے شعور و وُقوف میں

تدوین سے سنواری فتاوے رضویہ
بکھرے گہر سجائے کتابی ظروف میں

دیتا تھا وہ حکیمِ سخن ، نورِ علم و فن
راحت ہے زخمِ جہل سے اُس کے سُفوف میں

تصویرِ ذاتِ حافظِ ملت کہوں جسے
ایسی جھلک ہے دین کے اُس فیلسُوف میں

صدق و صفائے حامد و نوری کا خاص رنگ
آیا ہے اُن کے مشرب و نسبت کے صُوف میں

بخشے ہیں چرخِ حق کو وہ مہر و مہ و نجوم
چُھپتے نہیں جو ظِلّ کُسُوف و خُسوف میں

لفظوں میں جیسی ہوتی ہے تاثیر و آب و تاب
ہوتی نہیں فُصوص و نجوم و سُیوف میں

تھے فن کے بادشاہ مگر سادہ زندگی
اُن پر نزولِ فضل ہو، الف و اُلُوف میں

اُن کا کمال ، فہمِ فریدیؔ سے ہے ورا
اوصاف آ نہیں سکے حدِّ حروف میں

مولانا سلمان رضا فریدی مصباحی

سفرِ آخرت

جماعتِ اہلِ سنت کا عظیم خسارہ

از: **عزیزِ ملت حضرت علامہ عبدالحفیظ مصباحی**، سربراہِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

حضرت مولانا الحاج مفتی نظام الدین احمد نوری صاحب (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) استاذ دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف اور ان کے جواں سال عالمِ دین، صاحب زادے کے انتقالِ پُر ملال کی خبر سن کر دلی صدمہ پہنچا ہے۔

یہ سانحہ، جماعت اہل سنت، بالخصوص دار العلوم اہل سنت فیض الرسول براؤں شریعت کے لیے ایک عظیم خسارہ ہے، حضرت مفتی صاحب نہایت منکسر المزاج، با اخلاق اور علم و ہنر کے قدر دان تھے۔ اللہ تعالی حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ اور ان کے صاحب زادے کی بے حساب مغفرت فرمائے اور پسماندگان کے ساتھ ساتھ دارالعلوم فیض الرسول کے جملہ اساتذہ، تلامذہ اور متعلقین و محبین کو صبر جمیل و اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

شریکِ غم
عبدالحفیظ عفی عنہ
سربراہِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارک پور
24/05/2022

راہ جنت کے شہیدوں کو سلام

مولانا نظام الدین احمد علیہ الرحمہ کمشنری گورکھپور کی شمع روشن تھے

اللہ مرحوم کی بخشش فرمائے اور قوم کو ان کے امثال سے نوازے۔

از: **مفتی محمد نظام الدین رضوی**، صدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

بسم اللہ الرحمن الرحیم
حامدًا و مصلیًا و مسلمًا

شمالی ہند کا خطہ کمشنری گورکھپور زراعت اور کاشت کاری کے اعتبار سے کافی زرخیز ہے لیکن سوے اتفاق علمی اعتبار سے یہ منطقہ اتنا مردم خیز نہیں۔ آج سے چالیس سال پہلے کمشنری گورکھپور کے چاروں اضلاع کے علما کے نام انگشت ہاے دست پر شمار کرنا مشکل نہ تھا۔ لیکن اس علاقے پر ابوالفیض، حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مبارک پوری اور شعیب الاولیا علامہ یار علی رحمہم اللہ کے انوار و تجلیات سے علمی شمعیں روشن ہوئیں اور ان اضلاع کی علمی آبیاری ہوئی۔ یہ الگ بات ہے کہ ابھی بھی اس کی زرخیزی، مردم خیزی پر حاوی ہے۔

خطیب الاسلام حضرت مولانا نظام الدین احمد نوری اسی کمشنری گورکھپور کے ضلع مہراج گنج کے ایک علمی فرد تھے۔ دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف کے تعلیم یافتہ عالم دین اور اس ادارہ کے موقر استاذ و مفتی تھے، ساتھ ہی ساتھ بہترین خطیب، اچھے شاعر اور صاحب قلم بھی تھے۔ اپنی خطابت کی وجہ سے شمالی ارض ہند کے کثیر علاقوں میں مشہور و متعارف تھے۔ عرصہ دراز سے درس و تدریس سے منسلک رہے اور کثیر تلامذہ کی جماعت تیار کی جو مسلک و ملت کی خدمات میں مصروف عمل ہے۔ شعر و ادب کا بھی خاصا ذوق تھا۔ ان کا شعری مجموعہ "متاع بخشش" (غیر مطبوعہ) اس پر شاہد ہے۔ انھیں قلمی ذوق بھی حاصل تھا اور شروح و حواشی لکھنے کا بھی شغل تھا۔ شریعت اور صوفی، مذکورات شرح منثورات، انہج التشریحات شرح مرقات اور اصول فقہ نامی کتابیں بطور یادگار چھوڑی ہیں۔

مولانا مرحوم میرے ہم نام ہونے کے ساتھ پیر بھائی بھی تھے۔ انھیں بھی بیعت کا شرف سیدی و سندی و مرشدی حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفی رضا خان نوری، بریلوی علیہ الرحمہ سے حاصل تھا۔ ہم وطن ہونے میں بھی ضلعی اعتبار سے پڑوسی تھے کشی نگر کے پڑوسی ضلع مہراج گنج کے موضع بڑہرا کندھئی تھانہ پور ندر پور میں 5 فروری 1962ء

میں آنکھ کھولی۔ مدرسہ عربیہ اہل سنت نور الاسلام سے اپنے تعلیمی سفر کا آغاز کیاجو دارالعلوم برکاتیہ مؤید الاسلام مگھر ضلع بستی ہوتے ہوئے دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف پر اختتام پذیر ہوا۔ 1403ھ/ 1982ء میں فراغت کے بعد مدرسہ عربیہ اہل سنت معراج العلوم بھدوکھر بازار سدھارتھ نگر، دارالعلوم مسکینیہ دھوراجی گجرات، دارالعلوم عربیہ اسلامیہ اہل سنت سعدی مدن پر اور دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف (1999ء تاحین حیات) درس وتدریس سے وابستہ رہے۔

افسوس صد افسوس 22 شوال المکرم 1433ھ مطابق 24 مئی 2022 بروز منگل صبح کے وقت ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں جاں بحق ہو گئے۔ اس ناگہانی حادثہ میں مولانا مرحوم کے ساتھ ان کے جواں سال صاحب زادے مولانا انوار احمد عرف منے بابو بھی راہی ملک عدم ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ رجعون.

ہستی اپنی حباب کی سی ہے　　یہ نمائش سراب کی سی ہے

میں اس غم کی گھڑی میں ان کے اہل خانہ کے ساتھ شریک ہوں۔ اللہ عزوجل حضرت مولانا نظام الدین احمد نوری رحمہ اللہ اور ان کے شریک سفر صاحب زادے کو غریق رحمت فرمائے شمیم جنت کی راحتیں نصیب فرمائے، ان کی دینی خدمات قبول فرمائے اور ان کے جملہ پس ماندگان، تلامذہ اور متعلقین خصوصًا اساتذہ، طلبہ وارکان دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم.

محمد نظام الدین الرضوی
شیخ الحدیث وصدر مفتی جامعہ اشرفیہ مبارک پور
23 شوال المکرم 1443ھ
25 فروری 2022ء چہار شنبہ

ایک عظیم محقق سے ہم محروم ہو گئے

از: **مفتی بدر عالم مصباحی**، صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

آج صبح صبح نہایت افسوس ناک خبر ملی کہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے قابلِ فخر فرزند، مصباحی فضلا میں ایک اہم علمی مقام رکھنے والے، جماعتِ اہلِ سنت کے لیے درد مند دل رکھنے والے مشہور و معروف عالمِ دین، میدانِ شعر و شاعری کے بے مثال شہسوار، نقد و نظر کے بے باک مبصر، فکر و فن کے بے تاج بادشاہ، علامہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی آج دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ.

علامہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے رکنِ شوریٰ اور حضور حافظِ ملت کے دور میں مجلسِ منتظمہ کے قابلِ اعتماد رکن بھی رہے، بعد میں طبیہ کالج دہلی میں مصروفیات کی وجہ سے صرف شوریٰ کے رکن کی حیثیت سے جامعہ کے فروغ وارتقا سے متعلق اپنی آرا و مشوروں سے نوازتے رہے۔ بلا شبہہ جامعہ ایک عظیم مشیر، ایک عظیم محسن سے محروم ہو گیا۔ جامعہ اشرفیہ کی فضا سوگوار ہے، ابھی تعطیلِ کلاں کے ایام ہیں، طلبہ، اساتذہ اپنے وطن میں ہیں۔ میں جامعہ کے تمام اساتذہ اور طلبہ سے گزارش کرتا ہوں کہ سب لوگ علامہ موصوف کے لیے ایصالِ ثواب کا اہتمام کریں۔

حضرت سربراہِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ نے بھی گہرے رنج وغم کا اظہار فرمایا اور ان کے لیے دعاے مغفرت فرمائی، پھر جملہ برادرانِ اسلام سے ان کے لیے ایصالِ ثواب کی اپیل کی ہے، اور علامہ موصوف کے پس ماندگان کے کیے صبرِ جمیل کی دعا فرمائی۔

بدرِ عالم مصباحی
صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ مبارک پور
29 رمضان المبارک 1443ھ
یکم مئی 2022ء

طالب علم محمد شمیم رضا بھاگل پوری کا روڈ ایکسیڈنٹ میں انتقال پر ملال

از: **مفتی بدرِ عالم مصباحی**، صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ مبارک پور

ابناے دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور کے لیے ایک بڑے صدمے کی بات ہے کہ جامعہ کے ایک طالب علم محمد شمیم رضا ابن

اسلام جامعہ کے لیے سفر پر نکلے تھے راستے میں ایکسیڈنٹ کا شکار ہوگئے اور ان کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون جامعہ کی فضا سوگوار ہے ان کے لیے دارالعلوم اشرفیہ کے طلبہ واساتذہ یہاں ایصال ثواب کر رہے ہیں اور دعاے مغفرت کر رہے ہیں مزید یہ بھی دعا کر رہے ہیں کہ اللہ کریم عزیزم محمد شمیم رضا بھاگلپوری کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور ان کے پسماندگان کو مولیٰ کریم صبر جمیل عطا فرمائے اور ہر طرح کی آفات وبلیات سے ان کے گھر والوں کو محفوظ و مامون رکھے۔ آمین

حضرت علامہ محمد ہاشم نعیمی علیہ الرحمہ

از: مبارک حسین مصباحی

یہ افسوس ناک خبر تو آپ کو مل ہی چکی ہوگی، مغربی اتر پردیش کی عظیم درس گاہ جامعہ نعیمیہ مراد آباد کے بلند پایہ استاذ حضرت علامہ محمد ہاشم نعیمی علیہ الرحمہ کا 21 شوال 1443ھ/23 مئی 2022ء کی صبح اپنے موضع اکبر پور ضلع مراد آباد میں وصال پر ملال ہو گیا۔ ہماری بہت اچھی شناسائی تھی، متعدّد بار جلسوں اور کانفرنسوں میں ملاقاتیں ہوئیں، مدبر، دور اندیش اور بلند اخلاق تھے، دراز قد، متوسط بدن اور اجلا رنگ تھا۔ عام طور پر کرتا پائجامہ، صدری اور کالی مخملی رام پوری ٹوپی لگاتے تھے، گلے میں لمبا رومال بھی کھبتا تھا۔ ملنسار اور خوش مزاج تھے، اپنے بیگانے سبھی سے ٹوٹ کر ملتے تھے، فرماتے تھے کہ میں گنہگار ہوں مگر میرا مولا بھی رب کریم اور غفور الرحیم ہے اور رسولِ رحمت ﷺ کی شفاعت بھی تو ہم گنہگاروں کے لیے ہی ہے، ہم سب کی بخشش ہوگی اور یقیناً ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

دوسرے دن بعد نمازِ عصر آپ کے آبائی موضع اکبر پور میں تجہیز وتکفین ہوئی، بڑی تعداد میں قرب و جوار اور دور دراز سے علما، مشائخ اور طالبانِ علومِ نبویہ نمازِ جنازہ میں شریک ہوئے، جامعہ نعیمیہ کے نہتائی صالح استاذ حضرت مولانا اکبر علی نعیمی مدظلہ العالی نے امامت کے فرائض انجام دیے، ملک اور بیرون ملک میں آپ کے باکمال ہزاروں تلامذہ دین وسنیت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

آپ اکبر پور ضلع مراد آباد میں 1356ھ/1937ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا اسمِ گرامی جناب شمس الدین بن عبد اللہ علیہما الرحمہ تھا۔ آپ کا گھرانہ دین دار اور علاقے میں باعزت تھا، پانچ برس کی عمر میں آپ نے منشی عبد الواجد ساکن ڈھکیا سے تعلیم کا آغاز کیا، ناظرہ قرآن مکمل فرمایا اور اردو پڑھی۔ جناب عبد الحمید قریشی بھوج پوری سے آپ کے والد گرامی کے گہرے روابط تھے، آپ نے اپنے فرزند کو ان کے حوالے کیا، انھوں نے جامع مسجد بھوج پور کے خطیب و امام حضرت مولانا (ملاجی) حافظ عبد المجید علیہ الرحمۃ کے سپرد کیا۔ آپ نے بڑی محنت سے حفظِ قرآن کا آغاز کیا۔ ابھی آپ نے 18/ پارے کیے تھے کہ استاذ گرامی وقار اس دار فانی سے چل بسے، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، اس کے بعد استاذ الحفاظ حضرت حافظ انعام اللہ علیہ الرحمۃ کی درس گاہ میں بیٹھے اور بارہ باقی پارے مکمل کیے اور دور کی تکمیل فرمائی۔ تین بار بھوج پور کی جامع مسجد میں تراویح میں قرآن عظیم پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔

13 برس کی عمر میں آپ کو معروف درس گاہ جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں 1950ء/1369ھ میں شوال المکرم میں آپ کا داخلہ ہوا۔ وہاں حضور صدر الافاضل کے تلمیذ رشید حضرت مولانا قاضی محمد حسین باقی پوری علیہ الرحمۃ سے دو برس تک فارسی کی کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد آپ عربی شعبے میں داخل ہوئے۔ استاذ العلما حضرت مولانا محمد یونس نعیمی علیہ الرحمۃ، حبیب العلما حضرت علامہ مفتی محمد حبیب اللہ نعیمی اشرفی علیہ الرحمۃ اور حضرت مفتی محمد طریق اللہ بہاری علیہ الرحمۃ سے عربی کتب کا درس لیا۔ یہ سلسلہ مسلسل پانچ برس تک جاری رہا۔ شرح جامی کے بعد آپ نے سرکار مفتیِ اعظم ہند کی درس گاہ مظہرِ اسلام بریلی شریف جانے کا قصد کیا اور اپنے استاذ گرامی حضرت مفتی محمد حبیب اللہ نعیمی علیہ الرحمۃ سے اجازت طلب فرمائی۔ آپ نے اس شرط کے ساتھ اجازت عطا فرمائی کہ دورۂ حدیث آپ کو جامعہ نعیمیہ میں مکمل کرنا ہے، 1955ء/1374ھ میں مظہر اسلام بریلی شریف میں داخل ہوئے اور محدث مئوی حضرت مولانا مفتی ثناء اللہ اعظمی، شارحِ بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ، حضرت علامہ تحسین رضا رضوی علیہ الرحمۃ، حضرت مفتی معین الدین اعظمی علیہ الرحمۃ اور حضرت علامہ غلام جیلانی اعظمی علیہ الرحمۃ کی درس گاہوں میں مختلف علوم و

فنون میں اکتسابِ فیض کیا۔ آخری سال آپ حضور مفتیِ اعظم ہند قدس سرہ سے اجازت لے کر جامعہ نعیمیہ مراد آباد تشریف لائے اور اپنے استاذ گرامی سے کیا ہوا وعدہ مکمل فرمایا۔ یہاں آپ نے بخاری شریف اور باقی صحاح ستہ کا دورہ مکمل فرمایا۔ 1378ھ/1959ء میں جلسۂ دستار فضیلت ہوا، جس میں مجاہدِ دوراں حضرت سید محمد مظفر حسین کچھوچھوی علیہ الرحمۃ اور حضرت علامہ شاہ محمد عمر نعیمی علیہ الرحمۃ بطور خاص مدعو کیے گئے۔ اپنے احباب کے ساتھ دستارِ فضیلت سے سرفراز کیا گیا۔

شوال المکرم سے آپ نے مسندِ تدریس سنبھالی اور بآں فضل و کمال علمی اور فنی کتب کا درس دینے لگے۔ آپ مقبول ترین اور سنجیدہ خطیب تھے، آپ کی مستقل تصانیف تو نہیں مگر درجنوں کتابوں پر پیش لفظ، تقاریظ اور مقدمے لکھے، آپ نیک اور صالح تھے، آپ کا وصال اہلِ سنت کا بڑا علمی اور فنی خسارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضلِ خاص سے آپ کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان اور متعلقین کو صبرِ جمیل سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔ ❊❊❊❊❊

حضرت مولانا مفتی نظام الدین نوری اور ان کے لختِ جگر کا وصال

از: مبارک حسین مصباحی

گرامی وقار حضرت مولانا مفتی نظام الدین احمد نوری اور ان کے صاحب زادے مولانا انوار احمد عرف منے بابو 25 مئی 2022ء کی صبح ایک سڑک حادثے میں شہادت ہوگئی۔ یہ اندوہ ناک خبر سنتے ہی کلمۂ استرجاع پڑھا غم و اندوہ کے ساتھ ان دونوں کے لیے ایصالِ ثواب کیا۔ شہادت کا اسلام میں بڑا اعلیٰ مقام ہے، یہ بظاہر موت کے بعد بھی حیات رہتے ہیں۔ محبِ مکرم حضرت مولانا مفتی نظام الدین نوری علیہ الرحمہ بڑی خوبیوں کے حامل اور دین و سنیت کے سرگرم مبلغ تھے۔ آپ بلند پایہ فاضل، نام ور مفتی، اعلیٰ مدرس اور مقبول خطیب تھے، تواضع و انکساری کے پیکر اور اپنے متعلقین سے دل کھول کر ملتے تھے، عبادت گزار اور صالح تھے، مسلکِ اہلِ سنت کے سرگرم داعی تھے۔ دار العلوم اہلِ سنت براؤں شریف کے اساتذہ اور طلبہ عام طور پر نیک اور صالح ہوتے ہیں، آپ بھی اسی ادارے کے مقبول استاذ تھے، آپ کے کثیر تلامذہ ملک بھر میں پھیلے ہوئے ہیں، فقہی بصیرت بھی ماشاء اللہ تعالیٰ خوب تھی، فتویٰ نویسی میں بھی اہم مقام رکھتے تھے، بحیثیت خطیب بھی آپ کی ہر دلعزیزی معروف تھی، موقع و محل کے تقاضوں کے مطابق خطاب فرماتے تھے، دل کش تمہید سے پورے مجمع کے دلوں کو سماعت کے لیے تیار فرما لیتے تھے۔ آپ ایک اچھے شاعر بھی تھے۔ خطابات میں عام طور پر اپنی تحریر کردہ نعتیں پڑھتے تھے، آپ کا غیر مطبوعہ مجموعۂ کلام بھی موجود ہے۔ سلیقہ شعاری سے تمام معاملات حل فرما لیتے تھے، مطالعہ کرنے اور نثر نگاری کا بھی ذوق بلیغ رکھتے تھے۔ آپ نے متعدّد کتب کی شروحات وغیرہ تحریر فرمائی ہیں۔ آپ ایک جامع صفات شخصیت تھے، آپ کی جدائی اہلِ سنت کا عظیم سانحہ ہے آپ کے غم میں علما، طلبہ اور ملک کے کثیر عوام رنجیدہ ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں، مولا تعالیٰ آپ کی اور آپ کے فرزند کی بے حساب مغفرت فرمائے۔ آمین۔

ولادت اور تعلیم و تربیت:

5 فروری 1962ء میں موضع بڑہرا کندھی تھانہ پورندر پور ضلع مہراج گنج (یوپی) میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی، گھر کا ماحول پاکیزہ اور مذہبی تھا، ابتدائی تعلیم [اول تا پنجم] اپنے موضع کے مدرسہ عربیہ اہلِ سنت نور الاسلام میں ہوئی، اس کے بعد کچھ دنوں دار العلوم برکاتی، مؤید الاسلام میں ابتدائی عربی اور فارسی کے لیے زیرِ تعلیم رہے۔ حضرت مولانا ذکی صاحب آپ کے فارسی کے خاص استاذ ہیں۔ اس کے بعد معروف درس گاہ، دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف میں داخل ہوئے اور درجۂ فضیلت تک تکمیل فرمائی۔ 22 محرم الحرام 1403ھ/7 نومبر 1982ء میں شعیب الاولیا کے عرس کے موقع پر دستار فضیلت سے سرفراز کیے گئے۔ آپ کی تعلیم کا خاص پہلو یہ ہے کہ آپ کے اساتذہ اپنے عہد کے نام ور اور مقتدر شخصیات تھیں۔

(1)- بدرِ ملت حضرت علامہ بدر الدین قادری مصباحی علیہ الرحمۃ
(2)- مصنف کتب کثیرہ حضرت علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمۃ
(3)- فقیہِ ملت حضرت علامہ مفتی محمد جلال الدین امجدی علیہ الرحمۃ
(4)- شیخ العلما علامہ غلام جیلانی اعظمی علیہ الرحمۃ
(5)- سلطان المناظرین مفتی عتیق الرحمٰن خاں نعیمی علیہ الرحمۃ

(6)-استاذ العلما حضرت علامہ محمد یونس نعیمی علیہ الرحمۃ
(7)-حجۃ العلم حضرت مفتی محمد قدرت اللہ رضوی علیہ الرحمۃ
(8)-خطیبِ شہیر حضرت مولانا غلام عبدالقادر علوی دام ظلہ العالی

آپ انتہائی خوش نصیب تھے کہ آپ کو نیک اور صالح مربی ملے، حضور شعیب الاولیا کے روحانی فیض اور اپنے اساتذہ کی علمی اور عملی برکتوں نے آپ کی تعمیر و ترقی میں یادگار نقوش پیدا فرمائے۔

تدریسی اور تربیتی خدمات:

آپ نیک فطرت فاضل تھے، فراغت کے بعد مدرسہ عربیہ اہلِ سنت معراج العلوم بھدوکھر بازار، سدھارتھ نگر، دار العلوم مسکینیہ دھوراجی، گجرات اور دار العلوم عربیہ اسلامیہ اہل سنت سعدی مدنی پور میں تدریسی کارنامے انجام دیے۔ 1999ء میں مرکز علم و فن دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف مدعو کیے گئے۔ اس وقت سے تادمِ آخر اپنے مادرِ علمی میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔

حج و زیارت اور بیعت و خلافت:

بفضلہٖ تعالیٰ آپ نے دو بار حج و زیارت کا شرف حاصل کیا۔ 1999ء میں پہلا سفر، دوسرا اپنے والدین کریمین کے ساتھ 2003ء میں، آپ پر اللہ تعالیٰ کا حد درجہ کرم ہوتا رہتا تھا، آپ نے حضور مفتی اعظم ہند کے دست اقدس پر شرفِ بیعت حاصل کیا، اپنے مرشدِ گرامی کے فیوض و برکات سے مسلسل شاد کام ہوتے رہے۔ تاج الشریعہ حضرت علامہ شاہ اختر رضا قادری ازہری قدس سرہٗ اور سرکار مسولی حضرت گلزار ملت اطال اللہ عمرہ سے خلافتیں اور اجازتیں حاصل ہوئیں۔

خطابت اور تصانیف:

آپ ماشاء اللہ علمی اور اصلاحی خطیب تھے، ارضِ ہند کے مخصوص علاقوں میں آپ کے مواعظِ حسنہ مسلسل ہوتے رہتے تھے۔ شہادت کی شب بھی آپ ایک پروگرام سے واپس ہو رہے تھے اور اپنی درس گاہ تشریف لے جا رہے تھے، آپ کے لخت جگر بھی مقبول نعت خواں تھے، دونوں اپنی اسکارپیو سے واپس آ رہے تھے، مگر اللہ تعالیٰ کو منظور یہی تھا کہ آپ کو شہادت کا درجہ نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل یہ بلند مقام عطا فرمادیا۔

آپ باکمال شاعرِ نعت بھی تھے، آپ کا مجموعہ "متاعِ بخشش" غیر مطبوعہ موجود ہے، آپ کی نعتوں میں عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فراوانی اور فکر کی تابانی ہوتی تھی، آپ ایک خطیب تھے، سامعین کے مزاج کو بخوبی پہچانتے تھے، باصلاحیت اور دینی باریکیوں کے مد و جزر سے آشنا تھے، اس لیے نعت کہنے کا ہنر فنی اعتبار سے خوب جانتے تھے۔

آپ ایک علمی اور فنی نثر نگار بھی تھے، شروح اور حواشی لکھنا ایک علمی کام ہے۔ آپ نے شریعت اور صوفی، مذکورات شرح منثورات، انہج التشریحات شرح مرقات اور اصول فقہ جیسی شروحات اور علمی کتابیں لکھیں۔

ہم دعا کرتے ہیں مولا تعالیٰ تو ارحم الراحمین ہے، شافعِ محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل دارین کی سعادتیں عطا فرما، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرما، پس ماندگان اور متعلقین کو صبر و شکر کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین۔ یارب العالمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

آہ! علامہ ڈاکٹر شرر مصباحی

دل کو تڑپاتی ہے اب گرمیِ محفل کی یاد

مولانا محمد فروغ القادری، ورلڈ اسلامک مشن لندن

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ کے قدیم فرزند، ادارہ کی مجلسِ شوریٰ کے رکن، معروف نقاد و شاعر، سابق ریڈر شعبۂ ادویات طبیہ کالج دہلی، حضرت علامہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی مورخہ 29/ رمضان المبارک 1443ھ مطابق یکم مئی 2022ء فورٹس اسکارٹ ہاسپٹل دہلی میں شدید علالت کے بعد انتقال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن. علامہ شرر مصباحی کی شخصیت علمی و ادبی جہات سے پوری جماعتِ اہلِ سنت میں فقید المثال تھی، ان کے علمی کارناموں اور تحریری شہ پاروں سے دانش حاضر کے بام و در بہت دیر تک روشن و تاب ناک رہیں گے، فنِ عروض و کلام پر انھیں بے پناہ دست رس حاصل تھی اور اس حوالے سے وہ اپنے معاصرین میں بے حد ممتاز تھے۔ ان کی شاعری اور ایوان علم و فن کی تشکیل میں فلسفۂ حیات سے لے کر مقصود فن تک بہت سارے عوامل کار فرما ہیں۔ ان کے کلام میں

شعری و فنی محاسن کی ہمہ گیریت اور تنوع قاری کو متاثر کیے بغیر نہیں رہتا۔ رب قدیر نے انھیں قادر الکلامی کے ساتھ ساتھ خود شعوری کے احساس سے بھی نوازا تھا۔ ان کے شعری لب و لہجے میں فلسفہ، علمِ عروض اور علمِ معانی و بیان سے متعلق جدید اصطلاحات نظر آتی ہیں۔ علامہ شرر مصباحی اپنے من میں ڈوب کر "سراغِ زندگی" پاجانے والے اربابِ فقر و غیور میں تھے۔ ان کی سراپا زندگی حد درجہ متنوع، علم آشنا، فکر انگیز اور انقلابی تحریکات سے آباد تھی۔ وہ دعوت و عزیمت کے شاعر تھے، وہ اسمِ محمد کے اجالے سے اس خطۂ سرسبز کو منور کر دینے کے آرزو مند تھے۔ ان کی شاعری، ان کی فکر اور ان کا نثری سرمایہ اسلامی اقدار کی ترویج و اشاعت کی علامت ہے۔ ان کی شعری و نثری کائنات اور حیات علم و ادب کی مختلف جہتیں ہیں جسے انھوں نے باضابطہ اپنے دامنِ قرطاس و قلم میں اپنی آئندہ نسلوں کے لیے محفوظ کر لیا ہے۔ علامہ شرر مصباحی کے فن اور شخصیت کو مختلف حوالوں سے دیکھا جاسکتا ہے، ان کی خداداد صلاحیتوں، ان کے محتاط رویوں کے التزام کے ساتھ ان کی تنقیدی مہارت اور فکری انعکاس کی حنابندیوں کو عہدِ حاضر کے اربابِ قلم اور باذوق طلبہ درخورِ اعتنا ضرور سمجھیں گے۔

علامہ ڈاکٹر شرر مصباحی کی پوری زندگی متاعِ لوح و قلم سے مربوط رہی اور وہ مسلسل لکھتے رہے، ان کی فنی نشوونما میں ان کے علمی شغف، کثرتِ مطالعہ، شب بیداری، سحر خیزی اور دقت طرازی کا بڑا دخل تھا۔ وہ خود کو سوز و سازِ رومی اور پیش و تابِ رازی کی کشمکش سے دوچار رکھنے والی طبیعت کے حامل تھے۔ ان کی ذہنی تحریک، ان کے مزاج کا تجدد، ان کا تہذیبی و ثقافتی رنگ و آہنگ اور ان کی روحانی تربیت وسیع و عریض جہتوں پر محیط ہے۔ وہ درس گاہِ حافظِ ملت کے خوشہ چیں ہیں اور عربی و فارسی کے ممتاز فاضل بھی۔ انھیں بلاشبہہ یہ حق حاصل تھا کہ انھیں علم و فضل کی دنیا میں شعر و ادب، نقد و نظر اور اسلامیات کا بڑا ماہر تسلیم کیا جائے۔ 64/صفحات پر مشتمل حدائق بخشش کا فنی و عروضی جائزہ اور سیدی امام احمد رضا محدث بریلوی کے بعض اشعار پر مخالفین کے اعتراضات کا جس علمی پیرایے میں جواب دیا ہے اس کے لیے وہ پوری علمی دنیا سے مبارک بادیوں کے مستحق ہیں۔ ان کے اچانک وصال سے اہلِ سنت کی صفِ اول خالی ہوگئی اور ہمیں دور دور تک ان کے امائل نظر نہیں آتے۔ خودی میں ڈوب کر ضربِ کلیمی پیدا کرنے والی برق و شرر سے ہم سب محروم ہوگئے۔

اب کہاں وہ بانکپن وہ شوخیِ طرزِ بیاں
آگ تھی کافور پیری میں جوانی کی نہاں
اب صبا سے کون پوچھے گا سکوتِ گل کا راز
کون سمجھے گا چمن میں نالۂ بلبل کا راز

سیدی مفکر اسلام خطیب اعظم علامہ قمر الزماں خاں اعظمی، سکریٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن لندن، حضرت علامہ ڈاکٹر شاہد رضا نعیمی، حضرت علامہ قاری محمد اسماعیل مصباحی، حضرت علامہ یزدانی رضا مصباحی، حضرت علامہ مفتی شفیق الرحمٰن عزیزی (ہالینڈ) حضرت علامہ ارشاد احمد شیدا مبارک پوری، علامہ محمد ارشد مصباحی، علامہ ابو ہریرہ رضوی، ڈاکٹر وقار الزماں اعظمی، بیرسٹر معین الزماں اعظمی اور ورلڈ اسلامک مشن انگلینڈ کے دیگر جملہ قائدین نے علامہ ڈاکٹر شرر مصباحی کے وصال پر اپنے بیانات میں گہرے دکھ اور قلبی رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔ مذکورہ علما و قائدین اہلِ سنت نے اپنے مراکز میں ایصالِ ثواب کی محافل منعقد کیں اور قرآن خوانی کا اہتمام کیا۔ دعا ہے کہ ربِ قدیر علامہ شرر مصباحی کی بخشش فرمائے، ان کے درجاتِ اخروی کو بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

مٹ نہیں سکتا کبھی مردِ مسلماں کہ ہے
اس کی اذانوں سے فاش سرِّ کلیم و خلیل

شریکِ غم: **محمد فروغ القادری** عفی عنہ
ورلڈ اسلامک مشن، انگلینڈ

حضرت علامہ محمد ہاشم نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال پر ملال

از: مولانا محمد عاقل رضوی

استاذ العلما، جامع معقولات و منقولات حضرت علامہ محمد ہاشم صاحب نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شہرہ آفاق، تاریخ ساز شخصیت کے مالک تھے، اللہ تعالیٰ نے ان میں بہت ساری خوبیاں ودیعت فرمائیں وہ حسن اخلاق کے پیکر اور کبر و نخوت سے کوسوں دور تھے۔ تقریر و تدریس

اور تحریر تینوں میں انھیں ملکہ راسخہ حاصل تھا۔ وہ علما، طلبہ اور عوام سب میں یکساں مقبول تھے، وہ متنازع فیہ معاملات سے ہمیشہ کنارہ کش رہے۔ وہ قدیم ترین دینی درس گاہ، یادگار صدر الافاضل جامعہ نعیمیہ مراد آباد کے سینئر، قابلِ افتخار، مایہ ناز اور مقبول ترین استاذ تھے ان کی ساری زندگی جامعہ نعیمیہ سے منسلک رہی ان کی بے مثال تدریسی خدمات کا دائرہ، نصف صدی سے زیادہ عرصہ دراز کو محیط ہے۔ علمی حلقوں میں ان کے طرزِ تدریس کی گونج دور تک محسوس ہوتی، ان کی علمی وجاہت وبرتری سب کے نزدیک مسلم تھی، ہاں تواضع وانکساری اور ملنساری کا عنصر ان کے علمی دبدبے پر غالب رہتا یہی وجہ ہے کہ وہ بہت زیادہ اصاغر نواز تھے، ان کے انتقالِ پر ملال سے ایک عہد کا خاتمہ ہو گیا۔

اس دکھ ودرد کی گھڑی میں نبیرہ اعلیٰ حضرت، شیخ طریقت حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ سربراہ اعلیٰ خانقاہ عالیہ رضویہ اور مرکز اہل سنت جامعہ رضویہ منظر اسلام کے اساتذہ، طلبہ ان کے اہل خانہ اور جامعہ نعیمیہ کے اربابِ حل وعقد کو تعزیت پیش کرتے ہیں جن سے ان کا مربی اور قابلِ افتخار استاذ جاتا رہا اور دعا گو ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے، ساری دینی خدمات قبول فرمائے اور سیئات، حسنات میں تبدیل فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم

شریک غم

محمد عاقل رضوی غفرلہ القوی

خادم جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

مفتی نظام الدین احمد نوری اور ان کے صاحب زادے سڑک حادثہ میں جاں بحق

از: نور الہدیٰ مصباحی

دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف کے سینئر استاذ و مفتی، عالمی شہرت یافتہ خطیب حضرت علامہ مفتی نظام الدین احمد نوری اور ان کے صاحب زادے مولانا انوار احمد منے بابو ایک سڑک حادثہ میں جاں بحق ہو گئے۔ یہ اندوہناک حادث اٹوا بانسی روڈ، برگدواپل کے قریب پیش آیا۔

موصولہ اطلاع کے مطابق مفتی صاحب اپنے صاحب زادے کے ساتھ اپنی اسکارپیو گاڑی سے شراوستی ضلع سے پروگرام کر کے دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف واپس لوٹ رہے تھے 25/ مئی 2022ء کی صبح تقریباً 7 بجے اٹوا بانسی روڈ پر برگدواپل کے قریب ایک تیز رفتار ٹرک سے آمنے سامنے ٹکر کے سبب بھیانک حادثہ ہو گیا، جس میں مفتی صاحب اور ان کے صاحب زادے مولانا انوار احمد منے بابو کا انتقال ہو گیا۔ اطلاع پاکر آس پاس کے درجنوں علما جاے حادثہ پر پہنچ گئے، ساتھ ہی حلقہ کی پولیس بھی موقع پر پہنچ گئی، کاغذی کارروائی کے بعد دونوں جسد خاکی کو پوسٹ مارٹم کے لیے نوگڑھ بھیج دیا گیا۔

واضح ہو کہ مفتی نظام الدین احمد نوری نور اللہ مرقدہ نہایت مخلص، ملنسار اور بااخلاق شخصیت کے مالک تھے موصوف ضلع مہراج گنج کے تحت موضع بڑہری تھانہ پورندر پور کے رہنے والے تھے، گھر میں اہلیہ کے علاوہ تین بیٹے اور ایک بیٹی تھیں، جن میں بڑے بیٹے مولانا انوار احمد بھی ان کے ساتھ ہی سڑک حادثہ میں جاں بحق ہو گئے، گاڑی مولانا انوار احمد چلا رہے تھے، ان کے ادارہ کے پرنسپل مولانا علی حسن ازہری نے بتایا کہ موصوف 1999ء سے ہی فیض الرسول براؤں شریف میں مستقل استاد کی حیثیت سے تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے، ادارہ کے وفادار اور انتہائی مخلص استاذ تھے، 2024ء میں سبک دوش ہونے والے تھے۔

عزیز ملت حضرت علامہ عبد الحفیظ مصباحی سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ، مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی مصباحی صدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ، مفتی بدر عالم مصباحی پرنسپل جامعہ اشرفیہ مبارک پور، قاری اختر نسیم برکاتی پرنسپل دار العلوم برکاتیہ مگہر، علامہ ڈاکٹر انوار احمد خاں بغدادی، علامہ نفیس احمد مصباحی وغیرہ نے انتقال کی خبر سن کر تعزیت پیش کرتے ہوئے کہا کہ الحاج مفتی نظام الدین احمد نوری اور ان کے جواں سال عالم دین صاحب زادے کے انتقال پر ملال کی خبر سن کر دلی صدمہ پہنچا ہے، یہ سانحہ، جماعت اہل سنت، بالخصوص دار العلوم اہل سنت فیض الرسول براؤں شریف کے لیے ایک عظیم خسارہ ہے حضرت مفتی صاحب نہایت منکسر المزاج، اخلاق اور علم وہنر کے قدر دان تھے۔ ❊❊❊

صدائے بازگشت

سہ ماہی ذوق "اٹک" کے خصوصی نمبر کی اشاعت

بملاحظۂ گرامی محبی مخلصی محترم المقام حضرت العلام زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمدللہ، ناچیز ہیچ مدان کے بارے میں سہ ماہی مجلہ "ذوق" اٹک پنجاب پاکستان کا نہایت ہی ضخیم خصوصی نمبر شائع ہو کر اہل ذوق علم و قلم کی ضیافت طبع کے لیے حاضر ہو چکا ہے۔ ماشاءاللہ آپ کے مقالہ نے بھی اس خصوصی نمبر کی زیب وزینت میں گراں قدر اضافہ کیا ہے۔فقیر آپ کی قلمی عنایات کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہے اور آپ کے علم و قلم میں اضافہ کے لیے دعاگو ہے۔

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

سردست بیرونی دنیا کے ان اہل علم و قلم علما و مشائخ کرام کی خدمت میں اس نمبر کی پی ڈی ایف فائل نذر کی جاتی ہے۔ اسے ملاحظہ فرمائیں اور اپنی گراں قدر آرا سے نوازیں۔

امید واثق ہے کہ آپ آئندہ بھی اسی طرح حسب سابق اپنی وفاؤں اور عطاؤں سے سرفراز فرماتے رہیں گے۔

والسلام مع الاکرام

گدائے کوئے مدینہ شریف

احقر **سید صابر حسین شاہ بخاری** قادری غفرلہ

برھان شریف ضلع اٹک پنجاب پاکستان

(5/رمضان المبارک 1443ھ/7/اپریل 2022ء)

عید سعید کی مبارک باد

بملاحظہ گرامی محبی مخلصی محترم المقام حضرت العلام زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید واثق ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے، الحمدللہ، امسال بھی حسب سابق شوال المکرم کا چاند طلوع ہوتے ہی رحمتوں اور برکتوں والا ماہ مقدس رمضان المبارک اپنے اختتام کو پہنچا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی عبادات کو شرف قبولیت سے نوازے اور ان میں اگر کمی کوتاہی ہوئی ہو تو معاف فرمائے۔ آمین

ناچیز ہیچ مدان دل کی اتھاہ گہرائیوں سے آپ کو عید مبارک پیش کرتا ہے۔ اور امید کرتا ہے کہ آپ ان مبارک ساعتوں میں اپنے ان تمام مظلوم مسلمانوں کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں گے جو ابھی تک ظالموں اور جابروں کے ظلم وستم کا شکار ہیں۔ یااللہ عزوجل! عالم اسلام پر رحم وکرم فرما اور اسلام کا بول بالا فرما۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ واولیاء امتہ وعلما ملتہ اجمعین

دعاگو ودعاجو

احقر **سید صابر حسین شاہ بخاری** قادری غفرلہ

برھان شریف ضلع اٹک پنجاب پاکستان

(30/رمضان المبارک 1443ھ/2/مئی 2022ء)

دنیا بھر میں مزدوروں کا حال اور یوم مزدور!!

مکرمی! ہر سال یکم مئی کو یوم مزدور منایا جاتا ہے اس موقع پر گھڑیالی آنسو بہائے جاتے ہیں، شامیانے لگائے جاتے ہیں، مائک اور اسپیکر نصب کئے جاتے ہیں، کسی مشہور شخصیت کی آمد ہوتی ہے، پھر ان کا خطاب ہوتا ہے، تالیاں بجائی جاتی ہیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ بس آج سے مزدوروں کے حالات بدل جائیں گے، سارے مزدور خود کفیل ہو جائیں گے اور غربت کا خاتمہ ہو جائے گا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس موقع پر بھی کسی اصلی مزدور کو پروگرام کے ارد گرد بھٹکنے نہیں دیا جاتا اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یوم مزدور کے نام سے تقاریب کا انعقاد کرنے کرانے والوں کے سینے میں مزدوروں کا کتنا درد ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ سفید پوش شخصیات کو معلوم ہوتا ہے کہ آج یوم مزدور ہے، آج ہمیں کہیں جانا ہے، روایتی انداز میں مگرمچھ کے آنسو بہانا ہے، اپنے نام کا نعرہ لگوانا ہے، فوٹو گرافی کرانا ہے اور الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا کے ذریعے شہرت حاصل کرنا ہے،، دوسرے پہلو پر نظر دوڑائی جائے تو مزدور کو خود نہیں معلوم ہوتا ہے کہ آج یوم مزدور ہے

اور وہ زمین کی کھدائی، پتھر کی توڑائی، کھیت کی کوڑائی، فصلوں کی بوائی و روپائی، ہوٹلوں اور ڈھابوں پر برتنوں کی صاف صفائی، چلچلاتی دھوپ میں چھتوں کی ڈھلائی، بھٹوں پر اینٹوں کی پتھائی اور پکائی میں مصروف رہتا ہے کیونکہ یہی ایک مزدور کا مقدر ہوتا ہے -

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب مزدوروں کے حالات نہیں بدلتے تو پھر یوم مزدور کے نام پر دنیا بھر میں کروڑوں روپے پانی کی بہانے سے کیا فائدہ؟ آخر یہ مزدوروں کے جزبات کے ساتھ کھلواڑ نہیں تو اور کیا ہے؟ مزدوروں کی مصیبت و غربت کا مذاق اڑانا نہیں تو اور کیا ہے؟ اس بات میں سو فیصد سچائی ہے کہ مزدور کل بھی مظلوم تھا اور آج بھی مظلوم ہے وہ اس لیے کہ مزدوروں کے روشن مستقبل کے لئے کوئی قدم نہیں اٹھایا جاتا ہے-

ہر سال کی طرح امسال بھی یکم مئی کو یوم مزدور منایا گیا اور سوشل میڈیا پر خوب تصاویر اور تقاریر وائرل ہوئیں، دنیا بھر میں اسٹیج بنے اور نمائشی انداز کا مظاہرہ کیا گیا اور مزدوروں کے ساتھ جھوٹی ہمدردی کا ڈھڈورا پیٹا گیا اور مزدور بیچارہ روزانہ کی طرح لو کے تھپیڑے کھاتا رہا، سر سے پاؤں تک پسینہ بہاتا رہا، دھوپ گرمی تپش کی مار جھیلتا رہا اور دو وقت کی روٹی کے لئے اور اپنے بچوں کی بھوک پیاس کو مٹانے و بجھانے کے لئے بیرون ملک میں بکریاں چراتا رہا، جنگلوں اور پہاڑوں کے درمیان اونٹوں کی دیکھ بھال کرتا رہا، سات سمندر پار سکالوں اور ٹاور کرینوں پر چڑھ کر زندگی اور موت کے درمیان دن گزارتا رہا کہ کہیں دہاڑی نہ ٹوٹ جائے، کہیں تنخواہوں میں کٹوتی نہ ہوجائے ہاتھوں میں چھالے پڑے رہے، پیروں میں بیوائی پھٹی رہی، چہرہ گرد آلود رہا اسے پتہ بھی نہیں رہا کہ آج یوم مزدور ہے،، اور پھر جب یوم مزدور ہے تو اسے مزدوروں کو منانا چاہیے نہ کہ بڑے بڑے رؤسا و امرا اور وزرا و سیاست دانوں کو منانا چاہیے؟

یوم مزدور کے موقع پر اگر مزدوروں کو بلایا جاتا ان کے دکھ درد کو خود ان کی زبانی بیان کرنے کا موقع دیا جاتا اور مزدوروں کی طرف سے آنے والی تجاویز پر غور کیا جاتا اور اسی کے مطابق پالیسی بنائی جاتی تو مزدوروں کو بھی معلوم ہوتا کہ آج یوم مزدور ہے آج ہمارے حق میں کوئی فیصلہ لیا جائے گا مگر آج تک ایسا کچھ بھی نہیں ہوا صرف یکم مئی کو یوم مزدور کا نام دیا گیا اور یوم مزدور منایا گیا اور بڑے بڑے سرمایہ داروں و پونجی پتیوں نے اس میں شرکت کی آج تک شائد ان سے کسی نے سوال بھی نہیں کیا ہوگا کہ مزدور تو آج بھی پتھر توڑ رہے ہیں، چلچلاتی دھوپ میں سڑک بنا رہے ہیں، ہوٹلوں اور ڈھابوں پر ڈانٹ پھٹکار سن رہے ہیں، سروں کے بال سے پاوں کے ناخن تک پسینے میں شرابور ہیں، زیر تعمیر بلڈنگوں کی اونچائی پر بیلٹ لگا کر ٹنگے ہوئے ہیں اور اپنی قسمت پر اپنی آنکھوں سے آنسو بہا رہے ہیں اور آپ لوگ یوم مزدور منا رہے ہیں جب کہ کسی مزدور سے بات چیت نہیں، کسی مزدور سے سلام کلام اور مصافحہ بھی نہیں تو آخر اس کا مقصد کیا ہے اس کا پیغام کیا ہے؟

اور یہ بھی ایک بہت بڑا سوال ہے کہ عالمی سطح پر مزدوروں کا درد اقوام متحدہ نہیں محسوس کرے گا تو پھر کون کرے گا اور ملکی سطح پر حاکم وقت مزدوروں کے حالات سے روشناس نہیں ہوگا ان کے دکھ درد کو محسوس نہیں کرے گا تو کون کرے گا آخر یوم مزدور منالینا، اس میں تالیاں بجوالینا اس سے تو مزدوروں کا بھلا نہیں ہوسکتا،، مزدوروں کا درد محسوس کیا تھا امیر المومنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب خلیفۃ المسلمین مقرر ہوئے تو ان کی ماہانہ تنخواہ کا معاملہ آیا تو خود حضرت صدیق اکبر نے کہا کہ مدینہ منورہ میں پورا دن کام کرنے والے ایک مزدور کی ماہانہ تنخواہ جتنی ہے یا ایک دن کی مزدوری جتنی ہے اتنی ہی میری تنخواہ رکھ دیا جائے لوگوں نے کہا کہ اے اَمیر المؤمنین کیا اس سے آپ کا خرچ پورا ہوجائے گا اور آپ کا کام چل جائے گا تو اَمیر المؤمنین نے کہا کہ جب ایک مزدور کا کام اتنے میں چل سکتا ہے تو میرا بھی چل جائے گا اور اگر نہیں چلا تو میں مزدوروں کی تنخواہوں میں اضافہ کردوں گا، قربان جائیے کام نہ چلنے کی صورت میں اپنی تنخواہ بڑھانے کی بات نہیں کہی بلکہ مزدوروں کا دکھ درد سمجھا اور مزدوروں کی تنخواہوں میں اضافے کی بات کہی کیوں کہ مذہب اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ مزدوروں کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدوری ادا کرو اور آج تو لوگ مزدوروں کا خون چوسنے پر تلے ہوئے ہیں وہ تو اللہ ربّ العالمین نے زندگی اور موت، عزت و ذلت اور اَولاد دینا رزق دینا یہ عظیم ترین خصوصی پاور و اختیار خود اپنے پاس رکھا ہے ورنہ انسانوں کے بس کی بات ہوتی تو جو مزدوری وقت پر پوری پوری ادا نہ کرے بلکہ مزدوری کی ادائیگی میں حق مارے تو اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ رزق کیسے دے سکتا ہے۔

از: **جاوید اختر بھارتی**، محمد آباد، مئو
javedbharti508@gmail.com

خیروخبر

"رندانہ" اور "فروغِ نعت" کی تقریب رونمائی

نعت میں شعریت اور شریعت دونوں لازم ہیں، نعتیہ شاعری پورے ہوش و حواس کی شاعری ہے، نعت ہمارا سب سے قیمتی ورثہ ہے کیونکہ نعت کا تعلق پیارے آقا ﷺ کی ذات سے ہے، نعت میں اچھے اچھوتے اور معتبر خیالات ظاہر کئے جاتے ہیں، نعت کہنا تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف ہے، مذکورہ خیالات کا اظہار مفتی توفیق احسن برکاتی نے 20 اپریل 2022ء کو اقراء پبلک اسکول مبارک پور میں منعقد صوفیانہ کلام پر مشتمل مہتاب پیامی کی کتاب "رندانہ" اور مجلہ "فروغ نعت" کی تقریب رسم رونمائی و بزم فروغ نعت مبارک پور کی ماہانہ نعتیہ طرحی نشست میں کیا۔

مزید کہا کہ نعت پر کسی کا احسان نہیں یہ تو اردو زبان کا نصیبہ ہے کہ اسے نعت جیسی پاکیزہ صنف حاصل ہوئی۔ نعت نے اردو زبان کے ادب کو وہ شعریت اور محبت و خوش بختی عطا کی ہے کہ آج اردو زبان نعت کی بنا پر پوری دنیا میں پڑھی جاتی ہے۔ نعت کی سب سے بڑی شعریت یہ ہے کہ قرآن و حدیث میں بیان کئے گئے مضامین پر مشتمل ہوتی ہے، نعت میں ایسے خیالات قلم بند کئے جاتے ہیں جو اللہ کے رسول ﷺ کی ذات و اوصاف، قرآن و صحابہ کے خیالات سے ملتے ہوں۔ نعت میں شعریت کے ساتھ ساتھ ایسے الفاظ کا استعمال کیا جاتا ہے جو حضور کی شایان شان ہوں۔ قرآن کریم میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے اے محبوب ہم نے آپکے ذکر کو خوب تر بلند کیا، قرآن مقدس میں اللہ کے رسول کی تعریف و توصیف کے ہزار ہا جلوے موجود ہیں۔ اور جسے ہم اردو زبان میں نعت کہتے ہیں قرآن کریم کی بے شمار آیتیں نعت کے ان تمام اشعار کا حوالہ بنتی ہیں جو عربی فارسی اردو اور دنیا کی مختلف زبانوں میں لکھی جاتی ہیں۔

لفظ نعت وصف، توصیف و صفت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اس لیے جب بھی نعت لفظ کا استعمال ہوتا ہے تو ذہن میں شاعری آتی ہے، نعت کہنے والا نعت کیوں کہتا ہے شریعت کی زبان میں اس کا جو مقصد میں نے سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کی تعریف کرنے والا اللہ سے مانگنے کے لیے اللہ کی تعریف کرتا ہے اور نعت کہنے والا اللہ کے رسول کی تعریف کر کے اللہ اور اللہ کے محبوب سے مانگتا ہے کیونکہ اللہ کے رسول اللہ کے قریب ہیں۔

آگے کہا "رندانہ" نظموں پر مشتمل ایک عارفانہ اور صوفیانہ کلام کا مجموعہ ہے، اس میں تمام ملکی و غیر ملکی صوفی شعراء کا عکس جھلکتا ہے۔

فروغ نعت مجلہ میں ان شعراء کے کلام موجود ہیں جنکے اندر یہ لگن ہے کہ ہم نعت کہیں، پڑھیں اور کچھ سیکھیں۔

مولانا شریف احمد مصباحی اشرفی نے نعت کی اہمیت، افادیت اور فضیلت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ نعت ایک عبادت ہے، حضور کی تعریف کار ثواب ہے، آپ باہر یا اپنے گھر میں بیٹھے یا لیٹے ہوئے اگر نعت کے تعلق سے کچھ سوچ رہے ہیں یا پڑھ رہے ہیں تو آپ کا یہ سارا وقت عبادت میں شمار کیا جائے گا، اللہ اپنے حبیب ﷺ کی خود تعریف و توصیف کرتا ہے، حضور ﷺ کی کماحقہ تعریف کرنا انسان کے بس کی بات نہیں، اللہ کے بعد اگر کوئی ذات ہے تو وہ ذات رسول ہے، نعت سرکار کی خوشنودی حاصل کرنے کا ایک طریقہ ہے۔

عمار ادیبی اور مختار احمد علیگ نے بھی اظہار خیال کیا۔ ان کے بعد، فراز ادیبی نے چند باتیں کے عنوان سے بزم فروغ نعت کے اغراض و مقاصد پیش کیے۔ سرپرستِ بزم الحاج ماسٹر مظہر علی چشتی اور صدر الحاج شاہد حسن شاہد نے جملہ شرکا و سامعین کی خدمت میں کلماتِ تشکر پیش کیے۔

پروگرام کا آغاز قاری محمد کلیم نے تلاوت کلام باری سے کیا اس کے بعد دانش مبارکپوری نے مضطر مبارکپوری کا نعتیہ کلام پیش کیا۔ صدارت الحاج ماسٹر مظہر علی چشتی اور نظامت ماسٹر عبدالعزیز استاد اشرفیہ انٹر کالج نے کی، مہمان خصوصی کی حیثیت سے حاجی عبدالمجید (چیر پرسن) نگر پالیکا پریشد مبارک پور، عامر فہیم، حافظ محمد اکرم و مولانا نعیم الرحمٰن نے شرکت فرمائی۔ آخر میں درج ذیل شعرا نے مصرع طرح "

مصطفیٰ نے سنبھال رکھا ہے" کے تحت اپنا نعتیہ کلام پیش کیا۔

الحاج ماسٹر مظہر علی مظہرؔ چشتی، الحاج شاہد حسن شاہدؔ، حافظ عبد القادر شائق اشرفی، بشرؔ مبارکپوری، مہتاب پیامی، غنی ازہر رحمانی، ارشاد احمد ارشادؔ، سرفراز احمد فرازؔ ادیبی، مفتی توفیق احسن برکاتی، الحاج مقبول احمد مبارک پوری، کیف مبارک پوری، سفر اعظمی، شاکرؔ املوی، عبد الخبیر دانش اشرفی، محمد اشرف مبارک پوری، محمد ثاقب مبارک پوری، ارحم بلیاوی، حاذق مبارک پوری، محمد اشعرؔ سلمہٗ، ماسٹر نور الہدیٰ نورؔ مبارک پوری، غلام مصطفیٰ ہاشمی، مولانا صغیر عزیزی، حافظ اسد اللہ اسد اشرفی، حفیظ مبارک پوری، آفتاب مجاہد بلریاگنج، محمد اجمل، جاوید اختر جاویدؔ، زاہد فیضی، خورشید مبارک پوری، خبیر مبارک پوری، افتخار احمد ملتؔ لوہیاوی، بلال احمد بلالؔ، ڈاکٹر احسانؔ محمد آبادی، مولانا زبیر القادری مصباحی محمد آبادی، اعظم نجمی محمد آبادی، فیضان مبارک پوری، اشہر بلریاگنجی، آفتاب دھڑکن بلریاگنج، فاروق قیصر مبارک پوری، عادل ابراہیم پوری، حافظ تعویل محمد آبادی، ماسٹر امتیاز ابراہیم پوری، اظہر ابراہیم پوری، ماسٹر انیس احمد انیس، عادلؔ غالب پوری، مولانا جاویدؔ چشتی، عبد القوی انجم مبارک پوری، ارشاد احمد گھائلؔ مبارک پوری، ساگرؔ ادیبی، شکیل کوپاگنجی، تمنا جمالی کوپاگنجی، انیس احمد کلیم پیامی، شیخ احمد نقشبندی مبارک پوری، رئیس مبارک پوری، قاری غلام مجتبیٰ واصف مبارکپوری، تاج الدین دانشؔ ادیبی اور شمس الدین ساقی ادیبی مبارکپوری۔

پروگرام کا اختتام صلوٰۃ وسلام اور مفتی توفیق احسن برکاتی کے دعائیہ کلمات پر ہوا۔ کنوینر ارشاد مبارک پوری اور سکریٹری مہتاب پیامی نے اگلی نشست کے لیے مصرع طرح "کہاں کہاں سے وہ سیاح لامکاں گزرا" کا اعلان کرتے ہوئے جملہ مہمان، شعرا اور معززین کا شکریہ ادا کیا۔ اس موقع پر قاری شفیق احمد، ماسٹر محمد زبیر جمیل احمد، نور عالم، انوار عالم، محمد جمشید، محمد شاہد احمد، فیضان احمد، منور علی قریشی، ساحل ادیبی کے علاوہ کثیر تعداد میں سامعین موجود تھے۔

از: **شمس الدین ساقی ادیبی**، اسلام پورہ

جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں خوفناک آتش زدگی

29 مئی کی صبح پانچ بجے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں مطبخ اور لکڑیوں کے گودام میں اچانک آگ کے شعلے بھڑکنے لگے جس سے افراتفری کا ماحول برپا ہو گیا۔ آگ اتنی زبردست تھی کہ آس پاس کے درختوں میں بھی آگ لگ گئی۔ فجر کا وقت ہونے کی وجہ سے طلبہ بیدار تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے طلبا اور آس پاس کے علاقے کے ہزاروں لوگوں کی بھیڑ اکٹھا ہو گئی اور سبھی آگ بجھانے میں مصروف ہو گئے فائر بریگیڈ کی دو گاڑیاں بھی موقع پر پہنچ کر آگ بجھانے میں مصروف ہو گئیں۔ کافی محنت ومشقت کے بعد آگ پر قابو پا لیا گیا۔ مطبخ کے اسٹور روم میں اسٹور کی گئی لکڑیاں جل کر راکھ ہو گئیں جس سے جامعہ کا لاکھوں روپے کا نقصان ہوا۔

مسلمان اپنی غیرت کو خود ہی نیلام کرنے پر آمادہ

(حضرت سربراہِ اعلیٰ)

مسلم معاشرے کی بگڑتی صورت حال پر روک لگانا وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے ورنہ تباہی کے ذمہ دار مسلمان خود ہوں گے۔ یہ باتیں 24 مئی کو مولانا ناظم علی مصباحی کی بیٹی کی شادی میں شرکت کے لیے آئے جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے سربراہ اعلیٰ عزیز ملت نے اس وقت کہیں جب بارات میں بڑی تعداد میں خواتین کو بھی شامل دیکھا۔ خواتین کو دیکھتے ہی آپ سخت ناراض ہوئے اور دولھے کے والد کو بلا کر سخت سرزنش کی اور کہا کہ آج کا مسلمان اپنی غیرت کو خود ہی نیلام کرنے پر آمادہ ہے۔ انھوں نے کہا کہ ایک طرف مسلمان اپنے آقا حضور سرور کونین ﷺ سے عشق ومحبت کا دم بھرتا ہے اور دوسری طرف اپنے گھروں سے اسلامی شعار کا روز بروز جنازہ نکالنے پر آمادہ ہے اور شکایت کرتا پھر رہا ہے کہ اس وقت ملک میں اس کے خلاف ہوائیں چل رہی ہیں۔

عزیز ملت جامعہ اشرفیہ کے استاذ مولانا ناظم علی مصباحی کی بیٹی کی شادی میں شرکت کے لیے آئے تھے ان کے ساتھ جامعہ اشرفیہ کے پرنسپل مفتی بدر عالم مصباحی، نعیم ملت مولانا نعیم الدین عزیزی، مولانا نفیس احمد مصباحی اور مولانا زاہد علی سلامی وغیرہ اساتذہ بھی موجود تھے۔ عزیز ملت کی آمد کی خبر ملتے ہی مولانا فیاض احمد مصباحی بلرامپور بھی ملاقات کے لیے گونڈہ تشریف لائے۔ اس دوران انھوں نے حالات پر تبادلہ خیال کرتے ہوئے کہا کہ مسلم معاشرے میں تیزی سے تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں جن میں خواتین میں بے پردگی بہت تیزی سے زور پکڑ رہی ہے اور یہی تباہی کی طرف لے جانے والی ہے، اس لیے اس کی طرف خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔ انھوں نے عام مسلمانوں سے اپیل کی کہ شادی کو سادگی میں تبدیل کریں اور نکاح کا اہتمام مساجد میں کریں۔ تاکہ خواتین اسلام کی بے حرمتی کی نوبت نہ آئے۔

از: **مولانا فیاض احمد مصباحی بلرام پوری**

R.N.I. No. 29292/76
Regd. No. AZM/N.P.2

THE ASHRAFIA MONTHLY

Mubarakpur Azamgarh (U.P.) 276404 (INDIA)

June 2022

(Mob. No.) 9450109981 (Mumbai Office) 022-23726122 (Delhi Office) Tel. 011-23268459, Mob.No. 9911198459

www.aljamiatulashrafia.org Email: info@aljamiatulashrafia.org

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کا علمی فیضان ہندوستان گیر ہی نہیں بلکہ اب عالم گیر ہوگیا ہے۔ اشرفیہ نے جس برق رفتاری سے ارتقائی منزلیں طے کی ہیں اشرفیہ کے معاونین اور دیگر اہلِ خیر اس سے بخوبی واقف ہیں۔ اس وقت دو سو پچاس سے زائد افراد پر مشتمل ایک متحرک اور فعال اسٹاف اپنے فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہے اور مختلف شعبوں میں تقریباً گیارہ ہزار طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ بیرونی طلبہ کی خوراک، رہائش اور اساتذہ و ملازمین کی تنخواہوں پر ایک خطیر رقم سالانہ خرچ کی جاتی ہے۔ لہٰذا یہ ادارہ بجا طور پر اہلِ خیر حضرات کی خصوصی توجہ کا طالب ہے۔ والسلام

عبدالحفیظ عفی عنہ

سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

DONATION

You can make donation by cheque, Draft or by online in the favour of-

(For Education) برائے تعلیمی چندہ	(For Construction) برائے تعمیری چندہ
(1) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom **Central Bank of India** **A/C 3610796165** IFSC. Code: CBIN 0284532	(1) Aljamiatul Ashrafia **Central Bank of India** **A/c 3610803301** IFSC. Code: CBIN 0284532
(2) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom **Union Bank of India** **A/C 303001010333366** IFSC. Code: UBIN 0530301 Branch Code: 530301	(2) Aljamiatul Ashrafia **Union Bank of India** **A/c 303002010021744** IFSC. Code: UBIN 0530301 Branch Code: 530301
(3) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom **Punjab National Bank** **A/c 05752010021920** IFSC. Code : PUNB0057510	(3) Aljamiatul Ashrafia **Punjab National Bank** **A/c 05752010021910** IFSC. Code : PUNB0057510

(1)- Exempted u/s 80G, (5) (VI), of Income Tax Act. 1961, Vide File No. Aa.Ayukt/Gkp/80G, Redg. S.No. 178/2011-12 Dt. 30/8/2011 w.e.f A.Y 2012-13 (F.Y.2011-12)
(2)- Exempted u/s 12A, Vide Letter No. 177/2011-12

BHIM
BHARAT INTERFACE FOR MONEY

BHIM UPI Payments Accepted at
Darul Uloom Ahle Sunnat
Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom
Account Number : 3610796165, IFSC Code: CBIN0284532

SCAN & PAY ANY UPI SUPPORTED APPS

Only for Foreign Countries. FCRA Registration. No.236250051 Nature: Educational Social. For Account Detail, please visit http://aljamiatulashrafia.in/donation.php?lang=EN